کاپی کافیہ

(تقریر مفتی محمد ادریس صاحب)

(تقریر)

مفتی محمد ادریس صاحب

(صاحب الاملاء)

حافظ عمر حبیب (ثالثہ (الف) ۱۴۴۳)

(صاحب الاشاعت)

محمد سلیم (ثالثہ (ج) ۱۴۴۳)

مقدمہ — *5*

المرفوعات — *7*

فاعل — **8**

تنازع فعلین — **13**

نائب فاعل — **18**

مبتدا اور خبر — **20**

خبر — **22**

مسوغات الابتداء بالنکرۃ — 23

وقوع الخبر جملۃ — 25

وجوب تقدیم المبتداء — 26

وجوب تقدیم الخبر — 27

تعدد الخبر — 28

دخول الفاء فی خبر المبتدأ — 28

حذف المبتدأ أو الخبر — 30

خبر ان واخواتھا — **31**

خبر لا لنفی الجنس — **32**

اسم ماولا المشبہتین بلیس — **33**

منصوبات — *34*

مفعول مطلق — **36**

مفعول بہ — **42**

منادی — 43

توابع المنادی — 46

ترخیم المنادی — 50

مندوب ______ 53
حذف حرف النداء ______ 55
ما اضمر عامله على شريطة التفسير ______ 57
تحذير ______ 62
مفعول فيه ______ 63
مفعول له ______ 65
مفعول معه ______ 66
حال ______ 67
تمیز ______ 74
مستثنی ______ 79
خبر کان واخواتها ______ 86
اسم ان واخواتها ______ 87
المنصوب بلا التی لنفی الجنس ______ 88
خبر ما ولا المشبہتین بلیس ______ 93
المجرورات ______ 94
توابع ______ 105
نعت ______ 106
عطف ______ 111
تاکید ______ 113
بدل ______ 116
عطف البیان ______ 118

مقدمہ

نحو کالغوی معنی: ارادہ کرنا۔

نحو کااصطلاحی معنی: النحو علم باصول یعرف بها احوال اواخر الکلم الثلاث من حیث الاعراب والبناء وکیفیة ترکیب بعضها مع بعض.

ترجمہ: نحوایسے اصولوں کی معرفت کانام ہے جنکے ذریعے تینوں کلموں کے آخر کے حالات کو پہچاناجاتاہے معرب اور مبنی ہونے کے اعتبار سے اور جن کے ذریعے ترکیب کاسلیقہ معلوم کیاجاسکتاہے۔

نحو کاموضوع: نحو کاموضوع کلمہ اور کلام ہے کیونکہ نحو میں کلمہ اور کلام دونوں سے بحث کی جاتی ہے۔

نحو کی غرض وغایت: صيانة الذهن عن الخطإ اللفظي في كلام العرب. یعنی ذہن کو کلام عرب میں لفظی غلطی سے بچانا۔

نحو کی عظمت: حضرت عمرؓ کاقول ہے نحو کوایسے سیکھو اور حاصل کرو جیسے تم سنن اور فرائض سیکھتے ہو۔ حضرت اجوب سختیانی کاقول ہے کہ تم نحو کو سیکھو کیونکہ یہ گھٹیاآدمی کے لیے باعث جمال ہے اور شریف آدمی کے لیے نحو سے دور رہنا باعث عیب ہے اور بعض نحاۃ کاقول نحو کلام کوایسے مزین کرتاہے جیسے نمک کھانے کولذیذ اور مزیدار بنادیتاہے۔

نحو کی تدوین: سب سے پہلے حضرت علیؓ نے نحو کے کچھ اصول اور قواعد جمع کئے پھر انکے اصول اور قواعد کو سامنے رکھ کر ابوالاسود دوئلی نے اس کے مزید اصول اور قواعد جمع کئے۔

حالات مصنف: نام ونسب ابو عمرو جمال الدین عثمان بن عمر بن ابو بکر بن عثمان ان کانام اور ابو عمرو ان کی کنیت اور جمال الدین ان کالقب ہے۔

تاریخ پیدائش: ان کی پیدائش ۵۷۰ھ/۱۱۷۵ء اسنانامی بستی میں ہوئی۔

جلالت شان: آپ بہت بڑے فقیہ، مناظر، دیندار متقی اور پرہیز گار نہایت متواضع اور تکلفات سے خالی تھے۔

درس وتدریس: آپ کی تصانیف میں مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔کافیہ ۲۔شافیہ ۳۔شرح شافیہ ۴۔الایضاح شرح مفصل ۵۔المختصر فی الفقہ

۶۔المختصر فی الاصول ۷۔جمال العرب فی علم الادب ۸۔الامالی النحویۃ ۹۔جامع المہمّات فی علم الفقہ

تاریخ وفات: آپ کی وفات ١٦ شوال ٦٤٦ھ، ١١ فروری ١٢٤٩ء بروز جمعرات اسکندریہ مقام میں ہوئی اور آپ باب البحر سے باہر شیخ صالح بن ابی اسامہ کی قبر کے پاس مدفون ہوئے۔

المرفوعات

المرفوعات هو۔۔۔۔ الفاعلية۔۔۔۔

یہاں سے مصنفؒ نے مرفوعات کی بحث شروع فرمائی ہے:

المرفوعات کی ترکیب:اس میں چار احتمال ہیں:

۱۔المرفوعات یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ھذہ۔

۲۔المرفوعات یہ خبر ہے اور اس کا مبتداء محذوف ہے ھذہ۔

۳۔المرفوعات یہ مبتداء ہے اور بعد والا پورا جملہ اسکی خبر ہے۔

٤۔المرفوعات یہ منصوب ہے اور مفعول بہ ہے فعل محذوف خذ کا۔

مرفوعات کو جمع ذکر کرنے کی وجہ: مرفوعات کی جمع ذکر کر کے ان کے کثیر ہونے کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

مرفوعات کی تعداد:مرفوعات ۸ ہیں:

۱۔فاعل ۲۔نائب فاعل/مفعول مالم یسم فاعله ۳۔مبتداء ٤۔خبر

٥۔خبر ان و اخواتھا یعنی حروف مشبہ بالفعل کی خبر ٦۔خبر لا نفئ الجنس

۷۔اسم ما و لا المشبھتان بلیس ۸۔اسم کان و اخواتھا یعنی افعال ناقصہ کا اسم۔

مرفوعات کو منصوبات پر مقدم کرنے کی وجہ:

مصنفؒ نے مرفوعات کو منصوبات پہ مقدم اس لئے کیا کہ مرفوعات یہ اصل ہیں۔ منصوبات اور مجرورات فرع ہیں اور اصل فرع سے مقدم ہوا کرتا ہے۔

مرفوع کی تعریف:

مرفوع اس اسم کو کہتے ہیں جو فاعل کی علامت پر مشتمل ہو۔

فاعل کی علامات: فاعل کی علامت تین ہیں:

(۱)ضمہ، جیسے: جاءزید　(۲)واؤ، جیسے: جاء مسلمون　(۳)الف، جیسے: جاء رجلان.

المرفوعات کا مفرد: اس میں دو احتمال ہیں:

(۱)المرفوع　(۲)المرفوعة

ان میں سے پہلا احتمال صحیح اور دوسرا باطل ہے اس لئے کہ المرفوع یہ صفت ہے الاسم کی اور موصوف صفت میں تذکیر وتانیث اور افراد، تثنیہ، جمع میں مطابقت ضروری ہوتی ہے۔

اشکال: جب مفرد المرفوع ہے تو پھر اسکی جمع (المرفوعات) الف اور تاء کے ساتھ کیوں لائی گئی ہے۔ کیونکہ الف اور تاء کے ساتھ مذکر کی جمع نہیں بلکہ مونث کی جمع لائی جاتی ہے؟

جواب: المرفوع یہ مذکر لایعقل یعنی الاسم کی صفت ہے اور مذکر لایعقل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔

ھو ضمیر کے مرجع کی تعیین: اس میں دو احتمال ہیں:

(۱)اس ضمیر کا مرجع المرفوعات ہے اور یہ احتمال باطل ہے کیونکہ راجع اور مرجع میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں واحد، تثنیہ اور جمع میں مطابقت موجود نہیں۔

(۲)اس ضمیر کا مرجع المرفوع ہے اور یہ احتمال درست ہے۔

اشکال: المرفوع کو ھو ضمیر کا مرجع قرار دینا درست نہیں کیونکہ المرفوع پہلے مذکور نہیں اور مرجع کو ذکر کرنے سے پہلے ضمیر کو ذکر کرنا اضمار قبل الذکر کے زمرے میں آتا ہے اور یہ ناجائزہ ہے؟

جواب: یہاں مرجع پہلے مذکور ہے کیونکہ مرجع کے مذکور ہونے کی دو صورتیں ہیں:　1۔ صراحتا　2۔ ضمنا

اور یہاں المرفوع اگرچہ صراحتا مذکور نہیں لیکن المرفوعات کے ضمن میں مذکور ہے۔

ترجمہ:

یہ مرفوعات ہیں وہ مرفوع وہ اسم ہے جو مشتمل ہو فاعلیت کی علامت پر۔

فاعل

فمنه الفاعل۔۔۔قائم ابوه۔

یہاں سے مصنفؒ نے فاعل کی تعریف بیان فرمائی ہے:

فاعل کی تعریف:

فاعل اس اسم کو کہتے ہیں جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کی طرف اس طریقہ سے منسوب ہو کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہو یا اس سے صادر ہو۔

قائم ہونے کی مثال: قا م زید، زید قا ئم ابوہ۔

صادر ہونے کی مثال: ضر ب زید عمروا، زید ضار ب ابو ہ عمروا۔

شبہ فعل کا مصداق: شبہ فعل سے مراد اسم فعل، اسم مفعول، اسم تفضیل، صفت مشبہ اور مصدر ہے۔

شبہ فعل کی وجہ تسمیہ: شبہ فعل کو شبہ فعل اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو معنی اور مادہ میں فعل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

تقدیم فاعل کی وجہ: فاعل تمام مرفوعات میں اصل ہے۔ کیونکہ فاعل جملہ فعلیہ کا جزو بنتا ہے اور جملہ فعلہ تمام جملوں میں افضل اور اعلی ہے۔ لہذا اس کا جزو تمام اجزا میں سے افضل اور اعلی ہو گا چونکہ فاعل تمام مرفوعات میں اصل ہے تو اصل ہونے کی وجہ سے اس کو باقی مرفوعات پر مقدم کیا گیا ہے۔

ترجمہ:

پس ان میں سے فاعل ہے اور وہ فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف نسبت کی گئی ہو فعل یا شبہ فعل کی اور اس کو اس پر مقدم کیا گیا ہو اس کے اس اسم کے ساتھ قائم ہونے کے طریقے پر، جیسے: قا م زید، زید قا ئم ابوہ۔

والاصل ان یلی ------ غلامه زیدا۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول بیان فرما کر اس پر دو تفریعات ذکر فرمائی ہیں:

اصول: فاعل میں اصل یہ ہے کہ وہ فعل کے ساتھ متصل ہو یعنی فاعل لفظا مفعول سے مقدم ہو اور اگر کسی مقام پر فاعل مفعول سے مؤخر ہو تو وہ لفظا تو مؤخر شمار ہو گا لیکن رتبۃ وہ مقدم ہی شمار ہو گا۔

تفریع نمبر ۱: ضرب غلامہ زیدیہ ترکیب جائز ہے کیونکہ غلامہ کی ضمیر کا مرجع زید ہے اور زیدا اگرچہ مؤخر ہے لیکن فاعل ہونے کی وجہ سے رتبۃ مقدم ہے اس لیے یہ اضمار قبل الذکر صرف لفظا ہے نہ کہ رتبۃ اور ایسا اضمار قبل الذکر جائز ہوتا ہے۔

تفریع نمبر ۲: ضرب غلامہ زیدا یہ ترکیب ناجائز ہے کیونکہ غلامہ کی ضمیر مجرور کا مرجع زیدا ہے اور زیدا مفعول ہونے کی وجہ سے لفظا بھی مؤخر ہے اور رتبۃ بھی مؤخر ہے تو یہ اضمار قبل الذکر لفظا بھی ہے اور رتبۃ بھی ہے اور ایسا اضمار قبل الذکر ناجائز ہے۔

ترجمہ:

اور اصل یہ ہے کہ وہ فاعل فعل کے ساتھ متصل ہو پس اسی وجہ سے جائز ہے ضرب غلامہ زید اور ناجائز ہے ضرب غلامہ زیدا۔

واذا انتفى الاعراب۔۔۔وجب تقديمه۔

یہاں سے مصنف نے چار مقامات کو ذکر فرمایا جہاں فاعل کی مفعول پر تقدیم واجب ہے:

ہر وہ مقام جہاں فاعل اور مفعول میں سے کسی کی تعیین پر نہ کوئی قرینہ لفظیہ ہو اور نہ کوئی قرینہ معنویہ موجود ہو۔ جیسے: ضرب موسی عیسی۔

تقدیم کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر فاعل کی تقدیم کی واجب قرار نہ دیا جائے بلکہ اس کو مؤخر کرنا بھی جائز ہو تو اس وقت فاعل کا مفعول کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ یعنی فاعل اور مفعول کا امتیاز نہیں ہو سکے گا۔

فائدہ: اگر فاعل اور مفعول کی تعیین پر کوئی قرینہ لفظیہ یا معنویہ موجود ہو تو اس صورت میں فاعل کی مفعول پر تقدیم واجب نہیں بلکہ تاخیر بھی جائز ہے۔

قرینہ لفظیہ کی مثال: ضربت موسى حبلى۔

قرینہ معنویہ کی مثال: أكل الكمثرى يحيى۔

مقام نمبر ۲: ہر وہ مقام جہاں فاعل ضمیر مرفوع متصل ہو جیسے: -ضربت زیدا۔

تقدیم کی وجہ: مزکورہ صورت میں اگر فاعل کی تقدیم کو واجب قرار نہ دیا جائے تو اس وقت ضمیر متصل کا ضمیر منفصل بننا لازم آئے گا۔

مقام نمبر ۳: مفعول الا کے بعد واقع ہو جیسے: -ما ضرب زید الا عمروا۔

مقام نمبر ٤: مفعول معنی الا یعنی انما کے بعد واقع ہو جیسے: -انما ضرب زید عمروا۔

مقام نمبر ۳ اور ٤ کی تقدیم کی وجہ: مذکورہ دونوں صورتوں میں زید کی ضاربیت کو عمرو کی مضروبیت میں منحصر کرنا مقصود ہے اگر فاعل کی مفعول پر تقدیم کو لازم قرار نہ دیا جائے تو اس صورت میں حصر کا فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

ترجمہ:

اور جب منتفی (نہ پایا جائے) ہو جائے ان دونوں میں لفظی اعراب اور قرینہ (معنوی) یا ہو وہ فاعل ضمیر متصل (مرفوع)، یا واقع ہو اس کا مفعول الا یا معنیٰ الا کے بعد تو واجب ہے اس (فاعل) کو مقدم کرنا۔

واذا اتصل به۔۔۔۔۔ وجب تأخيره۔

یہاں سے مصنف نے ان چار مقامات کو ذکر فرمایا ہے جہاں فاعل کی مفعول سے تاخیر واجب ہے:

۱)۔مفعول کی ضمیر فاعل کے ساتھ متصل ہو۔ جیسے:-"واذابتلى ابراهيم ربه(اور جب امتحان لیا ابراھیم کا اس کے رب نے)۔

تاخیر کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر فاعل کی مفعول پر تقدیم کو جائز قرار دیا جائے تو اس صورت میں لفظا اور رتبۃ اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور ایسا اضمار قبل الذکر ناجائز ہے۔

۲)۔فاعل الا کے بعد واقع ہو۔ جیسے:- ما ضرب عمروا الا زيد۔

۳)۔فاعل معنیٰ الا یعنی انما کے بعد واقع ہو۔ جیسے:-انما ضرب عمروا زيد۔

مقام نمبر ۳ اور ٤ کی تاخیر کی وجہ: مذکورہ دونوں صورتوں میں عمرو کی مضروبیت کو زید کی ضاربیت میں بند کرنا مقصود ہے۔اگر فاعل کی مفعول پر تقدیم کو جائز قرار دے دیا جائے تو اس وقت حصر کا فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔

٤)۔مفعول کی ضمیر فعل کے ساتھ متصل ہو اور فاعل فعل کے ساتھ متصل نہ ہو۔ جیسے:-ضربك زيد۔

تاخیر کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر فاعل کی مفعول پر تقدیم کو جائز قرار دے دیا جائے تو اس وقت ضمیر متصل کا ضمیر منفصل بننا لازم آئے گا۔

ترجمہ:

اور جب مل جائے اس فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر یا واقع ہو وہ فاعل الا یا معنیٰ الا کے بعد یا مل جائے اس فعل کے ساتھ اس فعل کا مفعول اور وہ فاعل متصل نہ ہو تو واجب ہے اس فاعل کو مؤخر کرنا۔

وقد يحذف الفعل ۔۔۔۔۔۔ استجارک۔

یہاں سے مصنفؒ نے فعل کی حذفیت کا حکم ذکر فرمایا ہے:

فعل کی حذفیت کا حکم: حذف کی دو قسمیں ہیں:

۱)۔حذف جوازی: وہ مقام جہاں فعل کا حذف جائز ہے۔

۲)۔حذف وجوبی: وہ مقام جہاں فعل کا حذف واجب ہے۔

حذف جوازی کی تفصیل: ہر وہ مقام جہاں فعل کی حذفیت پر کوئی قرینہ موجود ہو وہاں فعل کو حذف کرنا جائز ہے۔ پھر قرینہ کبھی سائل کا سوال محقق ہوتا ہے اور کبھی قرینہ سائل کا سوال مقدر ہوتا ہے۔

سوال محقق کی مثال: 'من قام' کے جواب میں زید کہنا۔ اصل عبارت ہے 'قام زید' قام فعل کو حذف کر دیا گیا اور اسکی حذفیت پر قرینہ ہے سائل کا سوال محقق۔

سوال مقدر کی مثال: شاعر کا شعر:۔

ولیبك یزید ضارع لخصومة

و مختبط مما تطیح الطوائح

اس شعر میں ضارع فاعل ہے فعل محذوف یبکیه کا اور اسکی حذفیت کا قرینہ ہے سائل کا سوال مقدر یعنی من یبکیه۔

شعر کا ترجمہ:

اور چاہیے کہ رویا جائے یزید پر (اس پر روئے) خصومت سے عاجز آنے والا شخص اور بغیر وسیلہ کے سوال کرنے والا شخص اس وجہ سے کہ ہلاک کر دیا حوادث زمانہ نے (اس کے مال کو)۔

حذف وجوبی کی تفصیل: ہر وہ مقام جہاں فعل محذوف کی اسی جیسا فعل تفسیر واقع ہو تو اس فعل مفسر کو حذف کرنا واجب ہے تاکہ مفسر اور مفسر کا اجتماع لازم نہ آئے۔

جیسے:-"و ان أحد من المشركین استجارك" اصل عبارت ہے "و ان استجارك أحد من المشركین استجارك۔

عبارت کا ترجمہ (وقد یحذف الفعل ـ ـ ـ استجارك):

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے فعل کو قرینہ کے قائم ہونے کے وقت حذف جوازی کے طور پر زید جیسی مثالوں میں اس شخص کیلئے جس نے کہا ہو 'من قام' اور حذف وجوبی کے طور پر 'و ان۔۔۔۔۔۔۔استجارك جیسی مثالوں میں۔

وقد یحذفان معا ـ ـ ـ ـ ـأقام زید۔

یہاں سے مصنف نے فعل اور فاعل دونوں کی حذفیت کا حکم بیان فرمایا ہے:

اگر فعل اور فاعل دونوں کی حذفیت پر کوئی قرینہ موجود ہو تو دونوں کا حذف جائز ہے۔ جیسے:-أقام زید کے جواب میں نعم کہنا۔ اصل عبارت ہے:-نعم قام زید۔

قام زید فعل اور فاعل دونوں کو حذف کر دیا گیا اور دونوں کی حذفیت پر قرینہ ہے سائل کا سوال محقق۔

ترجمہ:

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے ان کو اکٹھے نعم جیسی مثالوں میں اس شخص کیلئے جس نے کہا ہو 'أقام زید؟'۔

تنازع فعلین

واذا تنازع الفعلان۔۔۔۔۔ مختلفین۔

یہاں سے مصنف نے تنازع فعلین کی تعریف اور اس کی صورتیں ذکر فرمائی ہیں:

تنازع فعلین کی تعریف:

کسی اسم ظاہر سے پہلے کم از کم دو فعل یا دو شبہ فعل ہوں اور وہ دونوں بعد والے اسم ظاہر کے بارے میں اپنا معمول بننے کا تقاضہ کرتے ہیں۔

تنازع فعلین کی صورتیں: اس کی چار صورتیں ہیں:

۱۔ دونوں فعل فاعل کا تقاضہ کرتے ہوں۔ جیسے: ضربنی و اکرمنی زید۔

۲۔ دونوں فعل مفعول کا تقاضہ کرتے ہوں۔ جیسے: ضربت و اکرمت زیدا۔

۳۔ پہلے فعل فاعل اور دوسرا مفعول کا تقاضہ کرتا ہو۔ جیسے: ضربنی و اکرمت زیدا۔

۴۔ پہلا فعل مفعول اور دوسرا فاعل کا تقاضہ کرتا ہو۔ جیسے: ضربت و اکرمنی زیدا۔

فائدہ: اگر دونوں فعل فاعل کا یا دونوں فعل مفعول کا تقاضہ کرتے ہوں ایسے فعلوں کو متوافقین کہتے ہیں اور اگر ایک فعل فاعل اور دوسرا فعل مفعول کا تقاضہ کرتا ہو تو ایسے دو فعلوں کو متخالفین کہتے ہیں۔

اشکال: تنازع کا معنی ہے جھگڑا کرنا اور جھگڑا کرنا یہ ذی روح چیز کا وصف ہے اور فعل غیر ذی روح چیز ہے تو پھر فعل کی طرف تنازع فعلین کی نسبت کرنا کیسے درست ہے؟

جواب: یہاں تنازع کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی معنی مراد ہے یعنی متوجہ ہونا۔

اشکال: جس تنازع فعل میں ہوتا ہے شبہ فعل میں بھی ہوتا ہے تو مصنفؒ نے شبہ فعل کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

جواب: فعل اور شبہ فعل میں سے فعل اصل اور شبہ فعل اس کی فرع شمار ہوتا ہے تو فعل کے اصل ہونے کی وجہ سے مصنفؒ نے صرف فعل کے ذکر پر اکتفا فرمایا ہے۔

اشکال: تنازع جس طرح دو فعلوں میں ہوتا ہے دو سے زائد افعال میں بھی ہوتا ہے تو پھر مصنفؒ نے فعلان تثنیہ کا صیغہ کیوں ذکر فرمایا؟

جواب: تثنیہ یہ اقل درجہ ہے یعنی کم از کم دو فعلوں میں تنازع ہوتا ہے تو مصنفؒ نے تثنیہ کا صیغہ ذکر کیا ہے اسکا اقل درجہ ہونے کی وجہ سے زائد کی نفی کرنا مقصود نہیں۔

ترجمہ:

اور جب جھگڑا کریں دو فعل اپنے والے اسم ظاہر میں، پس کبھی تو ہوتا ہے وہ فاعلیت میں، جیسے ضربنی واکرمنی زید، اور مفعولیت میں، جیسے ضربت و اکرمت زیدا، اور فاعلیت اور مفعولیت میں اس حال میں کہ وہ دونوں مختلف ہوں۔

فیختار البصریون۔۔۔۔ والا أظهرت۔

یہاں سے مصنفؒ نے تنازع فعلین کا حکم بیان فرمایا ہے۔ اس کے دو حکم ہیں:

۱۔ اختیار اور عدم اختیار

۲۔ جواز اور عدم جواز

حکم اوّل کی تفصیل:

جمہور حضرات کے نزدیک تنازع فعلین کی چاروں صورتوں میں دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے یعنی بعد والے اسم ظاہر کو دونوں میں سے ہر ایک فعل کا معمول بنایا جا سکتا ہے البتہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ بصریوں کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دینا یعنی بعد والے اسم ظاہر کو فعل ثانی کا معمول بنانا افضل ہے اور کوفیوں کے نزدیک فعل اوّل کو عمل دینا یعنی بعد والے اسم ظاہر کو فعل اوّل کا معمول بنانا افضل ہے۔

بصریوں کے دلائل:

۱۔ بعد والا اسم ظاہر فعل ثانی کے زیادہ قریب ہے لہذا "الحق للاقرب" والے ضابطہ کی وجہ سے فعل ثانی کو عمل دینا افضل ہے۔

۲۔ بعد والے اسم ظاہر کو اگر فعل اوّل کا معمول بنا لیا جائے تو اس صورت میں عامل اور معمول کے درمیان اجنبی کا فاصلہ لازم آئے گا اور عامل اور معمول کے درمیان اجنبی کا فاصلہ مناسب نہیں ہوتا۔

کوفیوں کے دلائل:

۱۔ فعل اوّل ذکر میں مقدم ہے لہذا "الحق للمتقدم" والے ضابطہ کی وجہ سے فعل اوّل کو عمل دینا افضل ہے۔

۲۔ بعد والے اسم ظاہر کو اگر فعل ثانی کا معمول بنا دیا جائے تو فعل اوّل میں ضمیر کو ماننا پڑے گا جس کی وجہ سے اضمار قبل الذکر کی لازم آئے گی اور یہ درست نہیں۔

حکم ثانی کی تفصیل:

جمہور حضرات کے نزدیک تنازع فعلین کی چاروں صورتوں میں دونوں فعلوں کو عمل دینا جائز ہے البتہ افضلیت میں بصریوں اور کوفیوں کا اختلاف ہے۔

لیکن امام فراءؒ کے نزدیک پہلی اور تیسری صورت میں فعل اوّل کو عمل دینا یعنی بعد والے اسم ظاہر کو فعل اوّل کا معمول بنانا واجب ہے فعل ثانی کو عمل دینا جائز نہیں۔

دلیل (امام فراء کے مذہب کی): اگر پہلی اور تیسری صورت میں فعل ثانی کو عمل دے دیا جائے یعنی بعد والے اسم ظاہر کو فعل ثانی کا معمول بنا دیا جائے تو اس صورت میں دو خرابیوں میں سے ایک خرابی ضرور لازم آئے گی۔

۱۔ فعل ثانی کو عمل دینے کے بعد اگر فعل اول میں فاعل کی ضمیر مانی جائے تو اس صورت میں اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم آئے گی۔

۲۔ فعل ثانی کو عمل دینے کے بعد اگر فعل اوّل کے فاعل کو محذوف مانا جائے تو اس صورت میں کلام کے عمدہ جزو کو محذوف کرنا لازم آئے گا اور کلام کے عمدہ جزو کا حذف درست نہیں۔

بصریوں کے مذہب کی تفصیل:

بصریوں کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دینے کے بعد اسکی دو صورتیں بنتی ہیں:

۱۔ فعل اوّل فاعل کا تقاضہ کرتا ہو۔

۲۔ فعل اوّل مفعول کا تقاضہ کرتا ہو۔

پہلی صورت کا حکم: اس میں اختلاف ہے:

جمہور حضرات کے نزدیک بعد والے اسم ظاہر کے مطابق فعل اوّل میں فاعل کی ضمیر مانی جائے گی، جیسے: ضربنی و اکرمنی زید، ضربانی و اکرمانی الزیدان، ضربونی و اکرمونی الزیدون، فعل اوّل کے فاعل کو محذوف نہیں مانا جائے گا کیونکہ فاعل یہ کلام کا عمدہ جزو ہے اور کلام کے عمدہ جزو کا حذف درست نہیں ہے۔

امام کسائیؒ کے نزدیک فعل اول کے فاعل کو محذوف مانا جائے گا کیونکہ ضمیر ماننے کی صورت میں اضمار قبل الذکر کی خرابی لازم آئے گی۔

جواب: اضمار قبل الذکر اس وقت ناجائز ہے جبکہ بعد میں اسکی تفسیر موجود نہ ہو تفسیر موجود ہونے کی صورت میں اضمار قبل الذکر جائز ہوتا ہے، جیسے: قل هو الله احد۔

دوسری صورت کا حکم: اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں اس صورت میں فعل اول کے مفعول کو محذوف مانا جائے گا۔ جیسے: ضربت واکرمت زیدا۔

۲۔ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں اس صورت میں فعل اول کے مفعول کو اسم ظاہر کے طور پر ذکر کرنا واجب ہو گا۔ جیسے: حسبنی منطلقا و حسبت زیدا منطلقا۔

ترجمہ:

پس ترجیح دیتے ہیں بصری حضرات فعل ثانی کے عمل دینے کو اور کوفی حضرات پہلے کو، پس اگر عمل دیں آپ فعل ثانی کو تو آپ فاعل کی ضمیر مان لیں فعل اول میں اسم ظاہر کے مطابق نہ کہ فاعل کا حذف امام کسائی سے اختلاف فرماتے ہوئے اور جائز ہے امام فراء سے اختلاف فرماتے ہوئے اور آپ مفعول کو محذوف مان لیں اگر اس سے کام چلایا جا سکتا ہو وگرنہ آپ ظاہر کر دیں۔

وان اعملت الاول۔۔۔ فتظهر۔

یہاں سے مصنفؒ نے کوفیوں کے مذہب کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

کوفیوں کے مذہب کی تفصیل:

کوفیوں کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دینے کے بعد اس کی دو صورتیں بنتی ہیں:

۱۔ فعل ثانی فاعل کا تقاضہ کرتا ہو۔

۲۔ فعل ثانی مفعول کا تقاضہ کرتا ہو۔

پہلی صورت کا حکم: اس صورت میں بعد والے اسم ظاہر کے مطابق فعل ثانی میں فاعل کی ضمیر مانی جائے گی۔ جیسے: ضربنی واکرمنی زید، ضربنی و اکرمانی الزیدان، ضربنی واکرمونی الزیدون۔

دوسری صورت کا حکم:

۱۔ دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں۔ اس میں اختلاف ہے:

جمہور حضرات کے نزدیک فعل ثانی میں مفعول کی ضمیر مانی جائے گی۔ جیسے: ضربنی واکرمتہ زید۔

اور بعض حضرات کے نزدیک فعل ثانی کے مفعول کو محذوف مانا جائے گا۔

۲۔دوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں ۔اس صورت میں فعل ثانی کے مفعول کو اسم ظاہر کے طور پر ذکر کرنا واجب ہے۔ جیسے: حسبنی و حسبتھما منطلقین الزیدان منطلقا۔

ترجمہ:

اور اگر آپ عمل دیں فعل اول کو تو آپ فاعل کی ضمیر مان لیں فعل ثانی میں اور مفعول کی (ضمیر) راجح قول کے مطابق مگر یہ کہ کوئی پیش آجائے رکاوٹ پھر آپ ظاہر کر دیں۔

وقول امرئ ---- المعنی۔

یہاں سے مصنفؒ نے کوفیوں کی ایک دلیل اور اس کی تردید ذکر فرمائی ہے:

کوفیوں کی ایک دلیل اور اس کی تردید:

امرأالقیس شاعر کا شعر؛

فلو انما اسعی لادنی معیشة

كفانی ولم اطلب قلیل من المال

اس شعر میں کفانی اور اطلب کا قلیل میں تنازع ہے کفانی اس کے فاعل اور لم اطلب اس کے مفعول ہونے کا تقاضہ کرتا ہے۔ شاعر نے قلیل کی مرفوع ذکر کر کے کفا کا فاعل قرار دیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ فعل اول کو عمل دینا افضل ہے۔

تردید: یہ شعر تنازع فعلیں کے باب میں سے نہیں ہے۔ اگر اس کو تنازع فعلین کی باب میں سے قرار دیا جائے تو اس صورت میں معنوی خرابی لازم آئے گی۔

تفصیل: اس شعر کے شروع میں لو حرف شرط مذکور ہے اور لو حرف شرط، شرط اور جزاء پر داخل ہوتا ہے مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت بنا دیتا ہے اور جو جملہ شرط اور جزاء پر معطوف ہو وہ بھی معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

اس ضابطہ کے مطابق اس شعر کا ترجمہ ہو گا:

میں ادنی معیشت کے لئے کوشش نہیں کرتا

نہ وہ مجھے کافی ہوتی ہے اور میں قلیل مال کا طالب ہوں

خلاصہ یہ ہے کہ اگراس کو تنازع فعلین کے باب میں سے قرار دے دیا جائے تو اس شعر کے پہلے اور آخری جملے میں تضاد اور تناقض لازم آئے گا۔

یہ شعر تنازع فعلین کے باب میں سے نہیں بلکہ قلیل یہ کفانی کا فاعل ہے اور لم اطلب کا مفعول العز محذوف ہے اس کے مطابق ترجمہ ہوگا:

میں ادنی معیشت کے لئے کوشش نہیں کرتا

نہ مجھے قلیل مال کافی ہوتا ہے اور میں عزت کا طالب ہوں

اس میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے۔

ترجمہ:

اور امرأالقیس کا قول:

کفانی ولم اطلب قلیل من المال

نہیں ہے تنازع فعلین میں سے معنوی خرابی کی وجہ سے۔

نائب فاعل

مفعول مالم یسم فاعلہ۔۔۔۔ او یفعل۔

یہاں سے مصنفؒ نے مرفوعات میں سے مفعول مالم یسم فاعلہ کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

نائب فاعل کی تعریف:

اس مفعول کو کہتے ہیں جس کے فاعل کو حذف کر کے اس کو اسکے قائم مقام بنادیا ہو اور فاعل والا اعراب اس کو دے دیا گیا ہو اور صیغۂ معروف کو صیغۂ مجہول سے تبدیل کر دیا گیا ہو۔ جیسے: "ضرب زید عمروا" سے "ضرب عمرو"۔

ترجمہ:

مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے جس کے فاعل کو حذف کر دیا گیا ہو اور اس کو اس کے قائم مقام بنادیا گیا ہو اور اسکی شرط یہ ہے کہ تبدیل کر دیا گیا ہو فعل کے صیغہ کو فعل یا یفعل کیطرف۔

ولا یقع المفعول ۔۔۔۔ کذ لک۔

یہاں سے مصنفؒ نے ان مفاعیل کو ذکر فرمایا ہے جن کو نائب فاعل بنانا درست نہیں ہے:

ا۔ باب علمت کے مفعول ثانی کو نائب فاعل بنانادرست نہیں علمت زید اعالما۔ کیونکہ باب علمت کا مفعول اول مسند الیہ اور مفعول ثانی مسند ہوتا ہے اگر باب علمت کے مفعول ثانی کو نائب فاعل بنادیا جائے تو اس صورت میں مسند کا مسند الیہ بننالازم آئے گا۔

۲۔ باب اعلمت کے مفعول ثالث کو نائب فاعل بنانادرست نہیں کیونکہ باب اعلمت کا مفعول ثانی مسند الیہ اور مفعول ثالث مسند ہوتا ہے اگر باب اعلمت کے مفعول ثالث کو نائب فاعل بنادیا جائے تو اس صورت میں مسند کا مسند الیہ بننالازم آئے گا۔

۳۔ مفعول لہ بغیر اللام کو نائب بنانادرست نہیں کیونکہ مفعول لہ یہ فعل کی علت بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اسکا منصوب ہوناعلت ہونے کی علامت ہوتا ہے۔ اگر اسکو نائب فاعل بنادیا جائے تو اس صورت میں یہ منصوب ہونے کی بجائے مرفوع ہوگا اور علت ہونے کی علامت نہیں بن سکے گا۔

مفعول معہ کو نائب فاعل بنانادرست نہیں کیونکہ مفعول معہ کا استعمال واؤ کے ساتھ ہوتا ہے۔ جیسے: جاءالبرد والجبات۔ اگر اس کو نائب فاعل بنایا جائے تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں اور دونوں درست نہیں:

ا۔ اس کو نائب فاعل بنایا جائے واؤ کے بغیر اس صورت میں اس کا مفعول معہ ہونا باطل ہو جائے گا۔

۲۔ اس کو نائب فاعل بنایا جائے واؤ کے ساتھ اس صورت میں فعل اور نائب فاعل میں اتّصال کی بجائے انفصال لازم آئے گا۔

ترجمہ:

اور نہیں بن سکتا (نائب فاعل) باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث اور مفعول لہ اور مفعول معہ ایسے ہی۔

واذا وجد ۔۔۔۔۔ فالجمیع سواء۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک فائدہ ذکر فرمایا ہے:

اگر کسی کلام میں کئی مفاعیل جمع ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

ا۔ ان میں مفعول بہ بھی موجود ہو اس صورت میں صرف مفعول بہ کو نائب فاعل بنایا جاسکتا ہے چونکہ مفعول بہ کو فعل کے ساتھ باقی مفاعیل سے زیادہ تعلق ہوتا ہے کیونکہ فعل جس طرح فاعل کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اکثر مفعول بہ کا بھی محتاج ہوتا ہے۔ جیسے: ضرب زید یوم الجمعۃ أمام الامیر ضرباشدیدا فی دارہ۔

۲۔ ان میں مفعول بہ موجود نہ ہو اس صورت میں ان مفاعیل میں سے کسی کو بھی نائب فاعل بنایا جاسکتا ہے۔

ترجمہ:

اور جب موجود ہو مفعول بہ تو وہ متعین ہوگا اس نائب فاعل کے لئے آپ کہتے ہیں: ضرب زید۔۔۔ پس اگر وہ مفعول بہ نہ ہو تو پھر سب کے سب برابر ہوں گے۔

والاول من باب ----- الثاني۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک فائدہ ذکر کیا ہے:

باب اعطیت کے دونوں مفعولوں میں سے ہر ایک کو نائب فاعل بنایا جاسکتا ہے البتہ مفعول اول کو نائب فاعل بنانا افضل ہے کیونکہ مفعول اول میں فاعلیت والا معنی موجود ہوتا ہے۔

باب اعطیت کا مصداق: اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جو دو مفعولوں کا تقاضا کرتا ہو اور مفعول اول مفعول ثانی کا مغایر (مختلف) ہو۔ جیسے: أعطیت زیدا درھما۔

ترجمہ:

اور باب اعطیت کا پہلا مفعول افضل ہے دوسروں سے۔

مبتدا اور خبر

ومنها المبتدأ----- الامران۔

یہاں سے مصنفؒ نے مرفوعات میں سے مبتداء اور خبر کو ذکر فرمایا ہے:

مبتداء کی تفصیل: مبتداء کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مبتداء قسم اول ۲۔ مبتداء قسم ثانی

مبتداء قسم اول کی تعریف:

هو الاسم المجردعن العوامل اللفظية مسندا اليه۔

مبتداء قسم اول اس اسم کو کہتے ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور کلام میں مسند الیہ واقع ہو۔ جیسے: زید قائم میں زید۔

تعریف کے فوائد قیود:

هو الاسم یہ قید جنس کے مرتبہ میں سے ہے اور تمام اسموں کو شامل ہے۔ المجرد---اللفظية یہ قید فصل اول کے مرتبہ میں سے ہے اس سے ان اسموں کو نکال دیا جو عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہوتے۔ جیسے: افعال ناقصہ اور حروف مشبہ بالفعل کا اسم وغیرہ۔ مسنداالیه یہ قید فصل ثانی کے مرتبہ میں ہے اس سے خبر اور مبتداء کی قسم ثانی کو نکال دیا کیونکہ یہ دونوں کلام میں مسند الیہ کی بجائے مسند واقع ہوتے ہیں۔

مبتداء قسم ثانی کی تعریف:

مبتداء قسم ثانی اس صیغۂ صفت کو کہتے ہیں جو حرف نفی یا ھمزۂ استفہام کے بعد واقع ہو کر بعد والے اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو۔ جیسے: ما قائم زید،ما قائم الزیدان،أ قائم زید،أ قائم الزیدان۔

فائدہ: مبتداء قسم ثانی کی صورت میں اگر صیغہ صفت اور بعد والا اسم ظاہر دونوں مفرد ہوں تو اس صورت میں دو ترکیبیں جائز ہیں۔

ا۔ صیغہ صفت کو مبتداء اور بعد والے اسم ظاہر کو فاعل قائم مقام خبر بنالیا جائے۔

۲۔ صیغہ صفت کو خبر مقدم اور بعد والے اسم ظاہر کو مبتداء مؤخر بنالیا جائے۔

اشکال: مصنفؒ نے مبتداء اور خبر دونوں کو ایک ہی عنوان سے ذکر کیوں فرمایا؟

جواب نمبر ا۔ مبتداء اور خبر دونوں میں لزوم کا تعلق ہے یعنی دونوں ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں تو دونوں میں لزوم کا تعلق ہونے کی وجہ سے دونوں کو ایک ہی عنوان سے ذکر کر دیا گیا۔

جواب نمبر ۲۔ مبتداء اور خبر دونوں کا عامل رافع عامل معنوی ہے یعنی ابتداء تو عامل میں اشتراک کی وجہ سے دونوں کو ایک ہی عنوان سے ذکر کر دیا گیا۔

ابتداء کی تعریف:

کسی اسم کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا۔

مبتداء اور خبر کے عامل رافع کی وضاحت:

اس میں نحویوں کے چار مذہب ہیں؛

ا۔ مبتداء اور خبر دونوں کا عامل رافع عامل معنوی ہے یعنی ابتداء یہ جمہور حضرات کا مذہب ہے۔

۲۔ مبتداء کا عامل رافع خبر اور خبر کا عامل رافع مبتداء ہے۔

۳۔ مبتداء کا عامل رافع ہے ابتداء اور خبر کا عامل رافع ہے مبتداء۔

۴۔ مبتداء کا عامل رافع ہے ابتداء اور خبر کا عامل رافع ہے مبتداء اور ابتداء دونوں۔

اشکال: آپ نے فرمایا کہ مبتداء کی قسم ثانی میں صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دیتا ہے حالانکہ "أراغب انت" میں صیغہ صفت اسم ظاہر کی بجائے اسم ضمیر کو رفع دے رہا ہے۔

جواب: ضمیر مرفوع منفصل یہ اسم ظاہر کے حکم میں ہوتی ہے۔

ترجمہ:

اور ان مرفوعات میں سے مبتداء اور خبر ہیں پس وہ مبتداء وہ اسم ہے جسکو خالی کر دیا گیا ہو عوامل لفظیہ سے اس حال میں کہ وہ مسند الیہ ہو، یا وہ صیغہ صفت ہو جو واقع ہو حروف نفی یا ھمزہ استفہام کے بعد اس حال میں کہ وہ رفع دے رہا ہو اسم ظاہر کو۔ جیسے: زید قائم۔۔۔۔۔پس اگر موافق ہو جائے وہ صیغہ صفت مفرد کے ساتھ تو جائز ہو گی دو ترکیبیں۔

والخبر هو۔۔۔۔۔ المذکورة۔

یہاں سے مصنفؒ نے خبر کی تعریف بیان فرمائی ہے:

خبر: هو المجرد المسندبه المغاير للصفةالمذکورة۔

یعنی خبر اس اسم کو کہتے ہیں جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور کلام میں مسند واقع ہو اور ایسا صیغہ صفت بھی نہ ہو جو حرف نفی یا ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہو کر بعد والے اسم ظاہر کو رفع دے رہا ہو۔ جیسے: زید قائم میں قائم۔

خبر کی تعریف کے فوائد قیود:

هو سے مراد الاسم ہے اور یہ قید جنس کے مرتبہ میں ہے اور تمام اسموں کو شامل ہے۔ المجرد یہ قید فصل اول کے درجہ میں ہے اس سے افعال ناقصہ اور حروف مشبہ بالفعل وغیرہ کی خبر کو نکال دیا کیونکہ وہ خبر عوامل لفظیہ سے خالی نہیں ہوتی۔ المسندبه یہ قید فصل ثانی کے مرتبہ میں ہے اس سے مبتداء کی قسم اول کو نکال دیا کیونکہ وہ کلام میں مسند الیہ واقع ہوتی ہے۔ المغاير للصفة المذکورة یہ قید فصل ثالث کے مرتبہ میں ہے اس سے مبتداء کی قسم ثانی کو نکال دیا۔

ترجمہ:

اور خبر وہ اسم ہے جسکو (عوامل لفظیہ سے) خالی کر دیا گیا ہو جو مسند بہ ہو جو مذکورہ صیغہ صفت کے مخالف ہو۔

وأصل المبتدأ۔۔۔۔فی الدار۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول بیان فرما کر اس پر دو تفریعات ذکر فرمائی ہیں:

اصول: مبتداء میں اصل تقدیم ہے یعنی خبر سے مقدم ہونا۔ کیونکہ مبتداء ذات پر اور خبر احوال پر دلالت کرتی ہے اور ذات احوال سے مقدم ہوتی ہے اور اگر کسی مقام پر مبتداء خبر سے مؤخر ہو تو وہ لفظاً تو مؤخر ہو گا لیکن رتبۃً مقدم ہی ہو گا۔

تفریع نمبر ۱: فی دارہ زید یہ ترکیب جائز ہے کیونکہ فی دارہ کی ضمیر مجرور کا مرجع زید ہے اور زید لفظاً تو مؤخر ہے لیکن مبتداء ہونے کی وجہ سے رتبۃً مقدم ہے۔ جسکی وجہ سے یہ اضمار قبل الذکر صرف لفظاً ہے نہ کہ رتبۃً اور ایسا اضمار قبل الذکر جائز ہے۔

تفریع نمبر ۲: صاحبها فی الدار یہ ترکیب ناجائز ہے کیونکہ صاحبها کی ضمیر مجرور کا مرجع الدار ہے اور یہ خبر ہونے کی وجہ سے لفظاً بھی مؤخر ہے اور رتبۃً بھی مؤخر ہے اور یہ اضمار قبل الذکر لفظاً بھی ہے اور رتبۃً بھی اور ایسا اضمار قبل الذکر ناجائز ہے۔

ترجمہ:

اور مبتداء کی اصل تقدیم ہے اور اسی وجہ سے جائز ہے فی دارہ زید اور ناجائز ہے صاحبها فی الدار۔

مسوغات الابتداء بالنکرۃ

وقد یکون المبتدأ۔۔۔علیک۔

یہاں سے مصنفؒ نے نکرہ کے مبتداء واقع ہونے کا حکم ذکر فرمایا ہے:

مبتداء میں اصل تعریف یعنی معرفہ ہونا ہے کیونکہ مبتداء محکوم علیہ ہوتا ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔

نکرہ مبتداء واقع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں تفصیل یہ ہے کہ نکرہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ نکرہ محضہ ۲۔ نکرہ مخصصہ

نکرہ محضہ مبتداء واقع نہیں ہو سکتا اور نکرہ مخصصہ مبتداء واقع ہو سکتا ہے۔

نکرہ محضہ: اس نکرہ کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کی تخصیص نہ کی گئی ہو۔

نکرہ مخصصہ: اس نکرہ کو کہتے ہیں جس میں کسی قسم کی تخصیص کی گئی ہو۔

تخصیص:

کسی کلمہ کے افراد میں کمی کرنا۔

نکرہ مخصصہ کی تقسیم؛اس کی چھ قسمیں ہیں:

۱۔نکرہ موصوفہ بصفۃ مذکورۃ ۲۔نکرہ مستفہم ۳۔نکرہ تحت النفی ۴۔نکرہ موصوفہ بصفۃ محذوفۃ

۵۔نکرہ محصورہ مؤخرہ ۶۔نکرہ دعائیہ

۱۔نکرہ موصوفہ بصفۃ مذکورۃ کی مثال:

ولعبد مؤمن خیر من مشرک اس مثال میں عبد نکرہ ہے اور مبتداء واقع ہو رہا ہے کیونکہ یہ نکرہ مخصصۃ ہے اس میں تخصیص پیدا ہوئی ہے صفت مذکورہ کی وجہ سے۔عبد یہ عام تھا جو عبد مؤمن اور عبد کافر دونوں کو شامل تھا لیکن جب اس کی صفت مؤمن ذکر کی تو اس سے تخصیص ہو گئی عبد کافر سے۔

۲۔نکرہ مستفہم کی مثال:

أرجل فی الدارأم إمرأۃ اس مثال میں رجل نکرہ ہے اور مبتداء واقع ہو رہا ہے کیونکہ یہ نکرہ مخصصہ ہے اس میں تخصیص اسطرح ہوئی کہ جب ہمزہ استفہام سے سوال ہوا اور اس کے بعد لفظ أم مذکور ہو تو سائل کا مقصد احد الامرین کی تعیین ہوتا ہے لہذا جواب میں جب رجل کہا جائے گا تو اس سے تخصیص ہو جائے گی إمرأۃ سے۔

۳۔نکرہ تحت النفی کی مثال:

ما أحد خیر منک اس مثال میں أحد نکرہ ہے اور مبتداء واقع ہو رہا ہے کیونکہ یہ نکرہ مخصصہ ہے اس میں تخصیص اس طرح پیدا ہوئی کہ اس کلام کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔معنی خاص یعنی ایک آدمی تجھ سے بہتر نہیں۔

۲۔معنی عام یعنی کوئی آدمی تجھ سے بہتر نہیں۔

اور یہاں معنی عام مراد ہے کیونکہ یہ نکرہ تحت النفی ہے اور نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے جب معنی عام مراد لیا تو اس سے تخصیص ہو گئی معنی خاص سے۔

۴۔نکرہ موصوفہ بصفۃ محذوفۃ کی مثال:

شر أھر ذاناب اس مثال میں شر نکرہ ہے اور مبتداء واقع ہو رہا ہے کیونکہ یہ نکرہ مخصصہ ہے اس میں تخصیص پیدا ہوئی ہے صفت محذوفہ کی وجہ سے اور وہ ہے عظیم۔شر کا لفظ شر عظیم اور شر حقیر دونوں کو شامل تھا جب اس کی صفت عظیم محذوف مانی تو اس سے تخصیص ہو گئی ہے شر حقیر سے۔

۵۔نکرہ محصورہ مؤخرہ کی مثال:

فی الدار رجل اس مثال میں رجل نکرہ ہے اور مبتداء واقع ہو رہا ہے کیونکہ یہ نکرہ مخصصہ ہے۔اس میں تخصیص پیدا ہوئی ہے مبتداء کو مؤخر کرنے کی وجہ سے کیونکہ جس کلمہ کا حق مقدم ہونے کا ہو پھر اس کو مؤخر کر دیا جائے تو یہ چیز حصر کا فائدہ دیتی ہے۔مطلب یہ ہوگا گھر میں مرد ہی ہے نہ کہ عورت۔لہذا اس سے تخصیص ہوگئی عورت سے۔

٦۔نکرہ دعائیہ کی مثال:

سلام علیک اس مثال میں سلام نکرہ ہے اور مبتداء واقع ہو رہا ہے کیونکہ یہ نکرہ مخصصہ ہے اس میں تخصیص پیدا ہوئی ہے متکلم کی طرف نسبت کے اعتبار سے۔اس لئے کہ یہ اصل میں سلمت سلاما علیک تھا۔سلمت فعل کو حذف کر کے سلام کو رفع دے دیا گیا تا کہ یہ دوم پر دلالت کرے۔جب سلام کی نسبت متکلم کی طرف ہوئی تو اس سے تخصیص پیدا ہو گئی غیر متکلم سے۔

ترجمہ:

اور کبھی مبتداء نکرہ ہوتا ہے جب وہ تخصیص حاصل کر لے کسی طریقے سے ولعبد۔۔۔۔۔۔۔۔سلام علیک۔

وقوع الخبر جملة

والخبر قد ۔۔۔۔ یحذف۔

یہاں سے مصنفؒ نے خبر کے جملہ واقع ہونے کا حکم ذکر فرمایا ہے:

خبر میں اصل افراد یعنی مفرد ہونا ہے اور کبھی جملہ بھی خبر واقع ہو جاتا ہے خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ۔

جملہ اسمیہ کی مثال: زید ابوہ قائم۔

جملہ فعلیہ کی مثال: زید قام ابوہ۔

جملہ کے خبر واقع ہونے کی شرط:

جملہ اس وقت خبر واقع ہو سکتا ہے جبکہ جملہ میں مبتداء کی طرف لوٹنے والی ضمیر موجود ہو جس کو عائد کہتے ہیں اور عائد اکثر مذکور ہوتا ہے۔البتہ اگر اسکی حذفیت پر کوئی قرینہ موجود ہو تو اسکا حذف بھی جائز ہے۔جیسے :البر الکر بستین درھما۔اصل عبارت ہے البر الکر منہ بستین درھما۔عائد کی حذفیت پر قرینہ یہ ہے کہ بائع کا مقصد گندم کی قیمت ہی بتلانا ہے۔

کر کا وزن: ایک کر ساٹھ قفیز کا ہوتا ہے اور ایک قفیز ٦٠ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع تین کلو دو سو گرام۔

ترجمہ:

اور خبر کبھی جملہ واقع ہوتی ہے۔جیسے :زید۔۔۔۔پس ضروری ہوگا کوئی نہ کوئی عائد اور کبھی اس کو حذف بھی کر دیا جاتا ہے۔

وما وقع ظرفا۔۔۔۔۔۔۔ بجملة۔

یہاں سے مصنفؒ نے ظرف مستقر کے متعلق کی تعیین ذکر فرمائی ہے:

ظرف کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ظرف لغو ۲۔ظرف مستقر

۱۔ظرف لغو: اس ظرف کو کہتے ہیں جسکا متعلق لفظوں میں مذکور ہو۔جیسے: زید موجود فی الدار۔

۲۔ظرف مستقر: اس ظرف کو کہتے ہیں جسکا متعلق لفظوں میں مذکور نہ ہو۔جیسے: زید فی الدار۔

ظرف مستقر کے متعلق کی تعیین:

جمہور حضرات کے نزدیک اسکا متعلق فعل نکالا جائے گا کیونکہ فعل عمل میں اصل ہے۔لہذا زید فی الدار کا حاصل ہو گا زید استقر فی الدار، اور بعض حضرات کے نزدیک اسکا متعلق شبہ فعل نکالا جائے گا۔لہذا زید فی الدار کا حاصل ہو گا زید مستقر فی الدار۔

ترجمہ:

اور وہ خبر جو ظرف واقع ہو پس اکثر حضرات اس پر ہیں کہ اس کو مقدر مانا جائے گا جملہ کی صورت میں۔

وجوب تقدیم المبتداء

واذا کان المبتدأ۔۔۔تقدیمه۔

یہاں سے مصنفؒ نے ان چار مقامات کو ذکر فرمایا جن میں مبتداء کی خبر پر تقدیم واجب ہے:

۱۔مبتداء ایسے معنی پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہو۔جیسے:

۱۔استفہام۔جیسے: من أبوک۔ ۲۔شرط۔جیسے: من یکرمنی فانا اکرمہ۔ ۳۔ضمیر شان۔جیسے: ھو زید منطلق۔

۴۔مبتداء پر لام ابتداء کا داخل ہونا۔جیسے: لزید منطلق۔ ۵۔تعجب۔جیسے: ماأحسن زیدا۔

تقدیم کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر مبتداء کو مقدم نہ کیا جائے تو اس صورت میں اسکی صدارت باطل ہو جائے گی۔

۲۔مبتداء اور خبر دونوں معرفہ ہوں۔جیسے: زید المنطلق۔

۳۔مبتداء اور خبر دونوں درجۂ تخصیص میں برابر ہوں۔جیسے: افضل منک افضل منی۔اس مثال میں مبتداء اور خبر دونوں اسم تفضیل ہیں اور دونوں کا استعمال من کے ساتھ ہے۔

تقدیم کی وجہ: مذکورہ دونوں صورتوں میں اگر مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا ضروری قرار نہ دیا جائے تو اس صورت میں مبتداء کا خبر کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

۴۔خبر مبتداء کا فعل ہو۔جیسے:زید قائم۔

تقدیم کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر مبتداء کو خبر پر مقدم کرنا ضروری قرار نہ دیا جائے تو اس صورت میں مبتداء کا فاعل کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

ترجمہ:

اور جب مبتداء مشتمل ہو ایسے معنی پر جس کو کلام کی صدارت حاصل ہو۔جیسے: من ابوک، یا ہوں وہ دونوں معرفہ، یا دونوں برابر۔جیسے: افضل۔۔۔ یا ہو خبر اس مبتداء کا فعل۔جیسے: زید۔۔۔تو واجب ہو گا اس (مبتداء) کو مقدم کرنا۔

وجوب تقدیم الخبر

واذا تضمن ۔۔۔۔۔۔ تقدیمه۔

یہاں سے مصنفؒ نے ان چار مقامات کو ذکر فرمایا جن میں خبر کی مبتداء پر تقدیم واجب ہے:

۱۔خبر مفرد ایسے کلام پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کا تقاضا کرتا ہو۔جیسے: أین زید؟

تقدیم کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر خبر کی تقدیم کی ضروری قرار نہ دیا جائے تو اس صورت میں اس کی صدارت باطل ہو جائے گی۔

۲۔مبتداء کا مبتداء ہونا خبر کی تقدیم پر موقوف ہو۔جیسے: فی الدار رجل۔

تقدیم کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر خبر کی تقدیم کو ضروری قرار نہ دیا جائے بلکہ اس کو مؤخر کرنا بھی جائز ہو۔مثلا: رجل فی الدار۔تو اس صورت میں رجل نکرہ محضہ ہو گا جس کی وجہ سے اس کو مبتداء بنانا درست نہیں ہو گا۔

۳۔مبتداء میں ایسی ضمیر ہو جو خبر کے متعلق کی طرف ہوٹ رہی ہو۔جیسے: علی التمرة مثلها زبدا۔

تقدیم کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر خبر کی تقدیم کو ضروری قرار نہ دیا جائے بلکہ اسکو مؤخر کرنا بھی جائز ہو تو اس صورت میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا لفظا بھی اور رتبۃ بھی، اور ایسا اضمار قبل الذکر ناجائز ہے۔

۴۔وہ خبر أن کی خبر ہو۔جیسے: عندی أ نک قائم۔

تقدیم کی وجہ: مذکورہ صورت میں اگر خبر کی تقدیم کی ضروری قرار نہ دیا جائے بلکہ اس کو مؤخر کرنا بھی جائز ہو تو اس صورت میں اُن کا اِن کے ساتھ التباس لازم آئے گا کیونکہ کلام کی ابتداء میں اُن کی بجائے اِن ہوتا ہے۔

ترجمہ:

اور جب شامل ہو خبر مفرد ایسے کلمہ کو جس کو کلام کی صدارت حاصل ہو۔ جیسے: أین زید و یا وہ خبر اس مبتداء کو صحیح قرار دینے والی ہو۔ جیسے: فی الدار رجل، یا اس خبر کے متعلق کیلئے ایک ضمیر ہو مبتداء میں۔ جیسے: علی۔۔۔، یا وہ اُن کی خبر ہو۔ جیسے: ۔۔۔، تو ضروری ہو گا اس کی خبر کو مقدم کرنا۔

تعدد الخبر

وقد یتعدد ۔۔۔۔ عاقل۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک مبتداء کی کئی خبریں ذکر کرنے کا حکم ذکر فرمایا ہے:

اسکی دو صور تیں ہیں: ا۔ایک خبر سے مبتداء کا معنی پورا ہو جاتا ہو۔ ۲۔ایک خبر سے مبتداء کا معنی پورا نہ ہوتا ہو۔

پہلی صورت میں ایک مبتداء کی کئی خبریں ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسے: زید عالم عاقل، اور دوسری صورت میں ایک مبتداء کی کئی خبریں ذکر کرنا واجب ہے۔ جیسے: هذا حلو حامض۔

ترجمہ:

اور کبھی زیادہ ہو سکتی ہیں خبریں۔ جیسے: زید عالم عاقل۔

دخول الفاء فی خبر المبتدأ

وقد یتضمن۔۔۔۔فله درهم۔

یہاں سے مصنفؒ نے ان چار مقامات کو ذکر فرمایا جن میں خبر پر فاء جزائیہ کو داخل کرنا جائز ہے:

تفصیل:

اگر مبتداء شرط کے معنی کو متضمن ہو تو اس کی خبر پر فاء جزائیہ کو داخل کرنا جائز ہے۔اس وقت مبتداء شرط اور خبر جزاء کے قائم مقام ہو جائے گی۔اور اس کے چار مقامات ہے:

ا۔ مبتداء ایسا اسم موصول ہو جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو۔ جیسے: الذی یاتینی فله درهم۔

۲۔ مبتداء ایسا اسم صومول ہو جس کا صلہ جملہ ظرفیہ ہو۔ جیسے: الذی فی الدار فله درهم۔

۳۔مبتداءایسانکرہ موصوفہ ہو جس کی صفت جملہ فعلیہ ہو۔جیسے:کل رجل یاتینی فله درهم۔

۴۔مبتداءایسانکرہ موصوفہ ہو جسکی صفت جملہ ظرفیہ ہو۔جیسے:کل رجل فی الدار فله درهم۔

ترجمہ:

اور کبھی شامل ہوتا ہے مبتداء شرط کے معنی کو پس صحیح ہو گا فاء کا داخل کرنا خبر میں،اور یہ وہ اسم ہے جس کا صلہ ذکر کیا گیا ہو فعل یا ظرف کی صورت میں،یا وہ نکرہ ہے جس کی صفت ذکر کی گئی ہو ان دونوں کی صورت میں۔جیسے:الذی یاتینی یا الذی فی الدار فله درهم اور کل رجل یاتینی یا کل رجل فی الدار فله درهم۔

ولیت ولعل۔۔۔۔۔ بالاتفاق۔

یہاں سے مصنفؒ نے لیت اور لعل کی خبر پر فاء جزائیہ کے داخل کرنے کا حکم بیان فرمایا ہے:

ان دونوں کی خبر پر فاء جزائیہ کی خبر کا داخل کرنا ناجائز ہے کیونکہ خبر پر فاء جزائیہ کو داخل کیا جاتا ہے خبر کے جزاء کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے شرط اور جزاء کا تعلق جملہ فعلیہ سے ہے جبکہ لیت اور لعل سے جملہ انشائیہ بنتا ہے۔

ترجمہ:

اور لیت اور لعل یہ دونوں رکاوٹ بنتے ہیں بالاتفاق۔

والحق بعضهم۔۔۔۔بهما۔

یہاں سے مصنفؒ نے اِن کی خبر پر فاء جزائیہ کے داخل کرنے کا حکم ذکر فرمایا ہے:

اس میں اختلاف ہے:امام اخفشؒ کے نزدیک اِن کی خبر پر فاء جزائیہ کو داخل کرنا جائز ہے اور امام سیبویہ کے نزدیک اِن کی خبر پر فاء جزائیہ کو داخل کرنا ناجائز ہے کیونکہ اِن یہ یقین کے لئے استعمال ہوتا ہے شرط اور جزاء یہ دونوں تردد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔اس لئے اس کی خبر کو جزاء کے قائم مقام قرار دے کر اس کی خبر پر فاء جزائیہ کا داخل کرنا جائز نہیں ہو گا۔

فائدہ: جو اختلاف اِن کی خبر پر فاء جزائیہ کو داخل کرنے میں ہے وہی اختلاف اَن،کان،لٰکن کی خبر پر فاء جزائیہ کو داخل کرنے میں بھی ہے۔یعنی امام اخفشؒ کے نزدیک جائز اور امام سیبویہؒ کے نزدیک ناجائز ہے۔راجح قول امام اخفشؒ کا ہے اس کی تائید قرآن پاک سے بھی ہوتی ہے۔جیسے:

۱۔إن الذین کفروا وماتوا وهم کفار فلن یقبل من احدهم۔

۲۔واعلموا أن ما غنمتم من شیء فأن لله۔

ترجمہ:

اور ملادیاہے ان میں سے بعض (نحاۃ) (امام سیبویہ) نے اِن کو ان دونوں کے ساتھ (لیت اور لعل)۔

حذف المبتدأ أو الخبر

وقد يحذف۔۔۔۔ لا فعلن كذا۔

یہاں سے مصنفؒ نے مبتداء اور خبر کی حذفیت کا حکم بیان فرمایا ہے:

مبتداء اور خبر کی حذفیت پر اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو انکا حذف جائز ہے۔

مبتداء کی مثال: الھلال واللہ چاند دیکھنے والے کا قول۔

یہاں مبتداء محذوف ہے اصل عبارت ہے ھذا الھلال واللہ۔ اور اسکی حذفیت پر قرینہ حالیہ ہے یعنی چاند دیکھنے والے کی حالت۔

خبر کی مثال: خرجت فاذا السبع۔

یہاں خبر محذوف ہے اصل عبارت ہے خرجت فاذا السبع موجود۔ اسکی حذفیت کا قرینہ یہ ہے کہ اذا ظرف زمان کے لئے استعمال ہوتا ہے اور افعال عامہ (وجود، ثبوت، حصول، کون) پر داخل ہوتا ہے۔

خبر کے حذف وجوبی کی تفصیل:

ہر وہ مقام جہاں غیر خبر کو خبر کے قائم مقام کر دیا گیا ہو وہاں خبر کا حذف واجب ہوتا ہے کہ اصل اور نائب کا اجتماع لازم نہ آئے۔ اور اسکے چار مقامات ہیں:

۱۔ ہر وہ مقام جہاں مبتداء لولا کے بعد واقع ہو اور خبر افعال عامہ میں سے ہو۔ جیسے: لولا زيد لكان كذا۔

اصل عبارت ہے لولا زيد موجود لكان كذا، موجود خبر کو حذف کر کے لکان کذا کو اسکے قائم مقام بنادیا گیا۔

۲۔ ہر وہ مقام جہاں مصدر مبتداء واقع ہو اور وہ فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو۔ اسکے بعد ایک ایسا اسم ہو جو اس فاعل یا مفعول سے حال واقع ہو رہا ہو۔ جیسے: ضربني زيدا قائما۔

اصل عبارت ہے ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما، حاصل خبر اور اذا کان شرط کو حذف کر کے قائما کو اسکے قائم مقام بنادیا گیا۔

۳۔ ہر وہ مبتداء جس پر واؤ بمعنی مع کے ذریعہ کسی اسم کا عطف کیا گیا ہو۔ جیسے: كل رجل وضيعته۔

اصل عبارت ہے کل رجل مقرون وضیعتہ، مقرون کو حذف کر کے وضیعتہ کو اسکے قائم مقام بنادیا گیا۔

۴۔ہر وہ مقام جہاں مبتداء مقسم بہ اور خبر فعل قسم واقع ہو۔ جیسے: لعمرک لافعلن کذا۔

اصل عبارت ہے لعمرک قسمی لافعلن کذا، قسمی خبر کو حذف کر کے لافعلن کذا کو اسکے قائم مقام بنا دیا گیا۔

ترجمہ:

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے مبتداء کو قرینہ قائم ہونے کی وجہ سے حذف جوازی کے طور پر۔ جیسے: چاند دیکھنے والے کا قول پر الھلال واللہ، اور خبر کو حذف جوازی کے طور پر۔ جیسے: خرجت فاذا السبع، اور حذف وجوبی کے طور پر اس مقام میں کہ رکھ دیا گیا ہو اسکے غیر کو۔ جیسے: لولا زید لکان کذا، اور جیسے: ضربنی زیدا قائما اور کل رجل وضیعته اور لعمرک لا فعلن کذا۔

خبر ان واخواتھا

خبر إن وأخواتها ۔۔۔۔ ظرفا۔

یہاں سے مصنفؒ نے مرفوعات میں خبر ان واخواتھا کی تفصیل بیان فرمائی ہے:

خبر ان واخواتھا کی تعریف:

خبر ان واخواتھا اس خبر کو کہتے ہیں جو حروف مشبہ بالفعل کے داخل ہونے کے بعد کلام میں مسند واقع ہوتی ہے۔ جیسے: إن زیدا قائم میں قائم۔

حروف مشبہ بالفعل کی تعداد:

حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں یعنی إن، أن، کأن، لٰکن ،لیت، لعل۔

حروف مشبہ بالفعل کا عمل: یہ حروف اپنے اسم کو نصب اور اپنی خبر کو رفع دیتے ہیں۔ جیسے: إن زیدا قائم۔

حروف مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ:

ان کو حروف مشبہ بالفعل اس لئے کہتے ہیں کہ ان کو کئی چیزوں میں فعل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

۱۔ مبنی بر فتح ہونے میں یعنی جس طرح فعل ماضی مبنی بر فتح ہوتا ہے یہ حروف بھی مبنی بر فتح ہوتے ہیں۔

۲۔ تعداد حروف میں یعنی جس طرح فعل ثلاثی، رباعی اور خماسی ہوتا ہے ایسے ہی ان میں سے بعض ثلاثی اور بعض رباعی اور بعض خماسی ہیں۔

۳۔ معنی فعل کی ادائیگی میں یعنی ان اور أن یہ دونوں حققت اور کأن شبھت اور لٰکن یہ استدرکت اور لیت یہ تمنیت اور لعل یہ ترجیت کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

۴۔ وزن میں یعنی ان یہ فر اور أن یہ فر اور کأن یہ ضربن اور لٰکن یہ ضاربن اور لیت یہ لیس اور لعل یہ ضربن کے وزن پر استعمال ہوتا ہے۔

۵۔دواسموں کی احتیاجی میں یعنی جس طرح فعل متعدی فاعل اور مفعول کا محتاج ہوتا ہے ایسے ہی یہ حروف بھی ایک اسم اور ایک خبر کے محتاج ہوتے ہیں۔

خبر إن واخواتھا کا حکم: حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم تمام احکام (مفرد، جملہ، معرفہ، نکرہ، مذکور، محذوف) میں مبتداء کی خبر والا ہوتا ہے۔البتہ ایک چیز میں فرق ہے۔مبتداء کی خبر کو مبتداء پر مقدم کرنا جائز ہے لیکن حروف مشبہ بالفعل کی خبر کو ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے یا نہیں؟اس کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ان کی خبر غیر ظرف ہو۔جیسے:إن زیداقائم۔

۲۔ان کی خبر ظرف اور اسم معرفہ ہو۔جیسے:إن فی الدار زیدا۔

۳۔ان کی خبر ظرف اور اسم نکرہ ہو۔جیسے:إن من البیان لسحرا،إن من الشعر لحکمة۔پہلی صورت میں خبر کی اسم پر تقدیم ناجائز اور دوسری صورت میں جائز اور تیسری صورت میں واجب ہے۔

ترجمہ:

وہ مسند ہوتی ہے ان حروف کے داخل ہونے کے بعد جیسے:اِن زیدا قائم اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے مگر اس کو مقدم کرنے کی صورت میں مگر جب وہ ظرف ہو۔

خبر لا لنفی الجنس

خبر لاالتی۔۔۔۔۔۔ لا یثبتونه۔

یہاں سے مصنفؒ نے مرفوعات میں سے خبر لا لنفی الجنس کی تفصیل بیان فرمائی ہے:

خبر لا لنفی الجنس کی تعریف:

خبر لا لنفی الجنس اس خبر کو کہتے ہیں جو لا لنفی الجنس کے داخل ہونے کے بعد کلام میں مسند واقع ہوتی ہے۔جیسے:لا غلام رجل ظریف فی الدار۔

فائدہ: جب لا لنفی الجنس کی خبر افعال عامہ (کون، حصول، ثبوت، وجود) میں سے ہو تو اس کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے اس کی حذفیت پر نفی کی دلالت کی وجہ سے۔جیسے:لااله الاالله،اصل میں لااله موجود الاالله تھا۔لا فتی الا علی،اصل میں لافتی موجود الاعلی۔لا سیف الا ذو الفقار،اصل میں لاسیف موجود الا ذوالفقار۔

بنو تمیم کا مذھب: بنو تمیم لا لنفی الجنس کو ثابت نہیں کرتے اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

۱۔بنو تمیم اسکی خبر کو لفظوں میں ظاہر نہیں کرتے یعنی انکے نزدیک اسکی خبر ہمیشہ محذوف ہوتی ہے یعنی اس کا حذف واجب ہے۔

۲۔بنو تمیم اسکی خبر کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے۔

ترجمہ: خبر لا لنفی الجنس وہ مسند ہوتی ہے اس لا کے داخل ہونے کے بعد جیسے لا غلام۔۔۔فیھا اور اس کو حذف کر دیا جاتا ہے اکثر مقامات میں اور بنو تمیم اس کو ثابت نہیں کرتے۔

اسم ما ولا المشبہتین بلیس

اسم ((ما ولا۔۔۔۔۔۔شاذ۔

یہاں سے مصنفؒ نے مرفوعات میں سے اسم ما ولا المشبہتین بلیس کی تفصیل بیان فرمائی ہے:

اسم ما ولا المشبہتین بلیس کی تعریف:

اس سے مراد وہ اسم ہے جو ما ولا کے داخل ہونے کے بعد کلام میں مسند الیہ واقع ہوتا ہو۔ جیسے: ما زید قائما، لا رجل افضل منک۔

ما ولا میں فرق: ما کا اسم معرفہ بھی ہو سکتا ہے اور نکرہ بھی اور لا کا اسم ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے۔

ما ولا المشبہتین بلیس کی وجہ تسمیہ:

ما ولا کو لیس کے ساتھ دو چیزوں میں مشابہت پائی جاتی ہے:

۱۔عمل میں یعنی جس طرح لیس کا اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے ایسے ہی ان کا اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے۔

۲۔نفی والے معنیٰ کی ادائیگی میں۔

فائدہ: ما کو لیس کے ساتھ جو مشابہت حاصل ہے یہ مشابہت قویہ ہے کیونکہ لیس اور ما دونوں حال کی نفی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

اور لا کو لیس کے ساتھ جو مشابہت حاصل ہے یہ مشابہت ضعیفہ ہے کیونکہ لیس یہ حال کی نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لا یہ مطلق نفی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اشکال: مرفوعات کل آٹھ ہیں تو مصنفؒ نے صرف سات کو ذکر کرنے پر اکتفاء کیوں فرمایا ہے۔اسم کان واخواتھا کو ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

جواب: اسم کان واخواتھا یہ اسم ما ولا المشبہتین بلیس کے تحت داخل ہے کیونکہ جس طرح ما ولا کا اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے افعال ناقصہ کا بھی اسم مرفوع اور خبر منصوب ہوتی ہے۔

منصوبات

المنصوبات هو ما۔۔۔۔۔۔۔ المفعولية۔

یہاں سے مصنفؒ نے منصوبات کی بحث شروع فرمائی ہے:

المنصوبات کی ترکیب:

اس کی چار تراکیب ہیں:

۱۔یہ مبتداء ہے اوراس کی خبر محذوف ہے ھذہ۔

۲۔یہ خبر ہے اوراس کا مبتداء محذوف ہے ھذہ۔

۳۔یہ مبتداء ہے اور بعد والا پورا جملہ (ھوما اشتمل۔۔۔۔)اسکی خبر ہے۔

۴۔المنصوبات یہ منصوب ہے اور مفعول بہ ہے فعل محذوف خذ کا۔

المنصوبات کا مفرد:

اس میں دو احتمال ہیں:　　　۱۔المنصوب　　　۲۔المنصوبۃ

ان میں سے پہلا احتمال صحیح اور دوسرا باطل ہے۔اس لئے کہ المنصوب یہ صفت ہے الاسم کی اور موصوف صفت میں تذکیر وتانیث اور افراد، تثنیہ، جمع میں مطابقت ضروری ہوتی ہے۔

اشکال: جب مفرد المنصوب ہے تو پھر اسکی جمع (المنصوبات)الف اور تاء کے ساتھ لائی گئی حالانکہ الف اور تاء کے ساتھ مذکر جمع نہیں بلکہ مؤنث کی جمع آتی ہے؟

جواب: المنصوب یہ لایعقل (الاسم)کی صفت ہے اور مذکر لایعقل کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔

ھو ضمیر کے مرجع کی تعیین:

اس میں دو احتمال ہیں:

۱۔اس ضمیر کا مرجع ہے المنصوبات اور یہ احتمال باطل ہے کیونکہ راجع اور مرجع میں مطابقت ضروری ہے اور اس صورت میں مطابقت نہیں پائی جاتی۔

۲۔اس ضمیر کا مرجع ہے المنصوب اور یہ احتمال صحیح ہے۔

اشکال: المنصوب کو ھو ضمیر کا مرجع قرار دینا درست نہیں کیونکہ المنصوب پہلے ذکر نہیں اور مرجع سے پہلے ضمیر کو ذکر کرنا اضمار قبل الذکر شمار ہوتا ہے اور اضمار قبل الذکر جائز نہیں ہے؟

جواب: یہاں مرجع پہلے مذکور ہے چونکہ مرجع کے مذکور ہونے کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ صراحتا ۲۔ ضمنا

اور یہاں مرجع المنصوب اگرچہ صراحتا مذکور نہیں ہے البتہ المنصوبات کے ضمن میں موجود ہے۔

منصوبات کی تعداد:

منصوبات کل بارہ ہیں:

۱۔ مفعول مطلق ۲۔ مفعول بہ ۳۔ مفعول فیہ ۴۔ مفعول لہ ۵۔ مفعول معہ

ان پانچ کو مفاعیل خمسہ کہتے ہیں۔

۶۔ حال ۷۔ تمیز ۸۔ مستثنی ۹۔ خبر کان واخواتھا ۱۰۔ اسم إن واخواتھا ۱۱۔ اسم لا لنفی الجنس

۱۲۔ خبر ما ولا المشبہتین بلیس

منصوبات کو مجرورات پر مقدم کرنے کی وجہ:

منصوبات کو مجرورات پر مقدم اس لئے کیا گیا کہ منصوبات تعداد میں مجرورات سے زیادہ ہیں۔

منصوب کی تعریف:

منصوب اس اسم کو کہتے ہیں جو علامت مفعولیت پر مشتمل ہو۔

علامات مفعولیت:

مفعولیت کی علامات چار ہیں:

۱۔ فتح۔ جیسے: رأیت زیدا ۲۔ کسرہ۔ جیسے: رأیت مسلمات ۳۔ الف۔ جیسے: رأیت أباک
۴۔ یا۔ جیسے: رأیت مسلمین

المنصوبات کو جمع لانے کی وجہ:

المنصوبات کو جمع ذکر کیا گیا ہے ان کی تعداد کے زیادہ ہونے کی وجہ سے۔

ترجمہ:

یہ منصوبات ہیں۔وہ منصوب وہ اسم ہے جو مشتمل ہو مفعولیت کی علامت پر۔

مفعول مطلق

فمنه المفعول المطلق:وهو۔۔۔۔۔ بمعناه۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول مطلق کی تعریف ذکر فرمائی ہے:

مفعول مطلق کی تعریف:

اس مصدر کو کہتے ہیں جو کسی فعل یاشبہ فعل کے بعد واقع ہواور وہ اس فعل یاشبہ فعل کے ہم معنی ہو۔جیسے: ضربت ضربا۔

اشکال: مصنفؒ نے مفعول مطلق کو باقی مفاعیل اربعہ سے مقدم کیوں فرمایا؟

جواب: مفعول مطلق، به، فيه، له، معه میں سے کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہوتااور باقی مفاعیل ان میں سے کسی نہ کسی قید کے ساتھ مقید ہوتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ مفعول مطلق یہ مطلق اور باقی مفاعیل مقید ہوتے ہیں اور مطلق یہ طبعا مقدم ہوتا ہے۔اس لئے اسکو وضعا مقدم کرنا بھی افضل ہے تاکہ طبع اور وضع میں موافقت پیدا ہو جائے۔

ترجمہ:

پس ان (منصوبات) میں سے مفعول مطلق ہے وہ وہ اسم ہے جس کو کیا ہو فعل مذکور کے فاعل نے اس کے معنی کے ساتھ۔

وقد يكون للتاكيد۔۔۔۔۔۔ جلسة۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول مطلق کی تقسیم اول کو ذکر فرمایا ہے:

مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں: ا۔تاکیدی ۲۔نوعی ۳۔عددی

ا۔تاکیدی کی تعریف:

تاکیدی اس مفعول مطلق کو کہتے ہیں جس سے مقصود صرف فعل مذکور کے معنی کی تاکید ہو۔جیسے: جلست جلوسا

۲۔نوعی کی تعریف:

نوعی اس مفعول مطلق کو کہتے ہیں جس سے فعل مذکور کے معنی کے ساتھ نوعیت پر دلالت بھی مقصود ہو۔ جیسے: جلست جلسة(ایک خاص قسم کا بیٹھنا)

۳۔عددی کی تعریف:

عددی س مفعول مطلق کو کہتے ہیں جس سے فعل مذکور کے معنی کے ساتھ عدد پر دلالت مقصود ہو۔ جیسے: جلست جلسة(ایک بار بیٹھنا)

ترجمہ:

اور کبھی استعمال ہوتا ہے وہ مفعول مطلق تاکید اور نوعیت اور عدد کے لئے۔ جیسے: جلست۔۔۔۔جلسة۔

فالاول لا يثنى ----- أخويه۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول مطلق کی مذکورہ اقسام کا حکم ذکر فرمایا ہے:

قسم ثانی اور قسم ثالث کو تثنیہ اور جمع بھی ذکر کیا جاسکتا ہے لیکن قسم اول کو تثنیہ اور جمع ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ قسم اول یہ ماہیت پر دلالت کرتی ہے اور ماہیت میں تعدد (زیادہ ہونا) نہیں ہوتا جبکہ تثنیہ اور جمع میں تعدد ہوتا ہے۔

ترجمہ:

پس پہلی قسم کو نہ تثنیہ لایا جاسکتا ہے اور نہ اسکو جمع لایا جاسکتا ہے بخلاف اس کی دونوں نظیروں کے۔

وقد يكون۔۔۔۔۔جلوسا۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول مطلق کی تقسیم ثانی ذکر فرمائی ہے:

مفعول مطلق کی تقسیم ثانی: اس کی دو قسمیں ہیں: ۱۔من لفظه ۲۔من غير لفظه

۱۔من لفظه کی تعریف:

من لفظہ اس مفعول مطلق کو کہتے ہیں جو باب اور مادہ دونوں میں اپنے فعل کے موافق ہو۔ جیسے: ضربت ضربا

۲۔من غير لفظه کی تعریف:

من غیر لفظہ اس مفعول مطلق کو کہتے ہیں جو باب اور مادہ میں اپنے کے موافق نہ ہو۔

من غیر لفظہ کی تقسیم: اسکی تین قسمیں ہیں:

۱۔وہ باب میں اپنے فعل کے موافق اور مادہ میں مخالف ہو۔ جیسے: قعدت جلوسا

۲۔وہ مادہ میں اپنے فعل کے موافق اور باب میں مخالف ہو۔ جیسے:أنبت الله نباتا

۳۔وہ باب اور مادہ دونوں میں اپنے فعل کے مخالف ہو۔ جیسے:فاوجس فی نفسه خيفةموسیٰ۔

ترجمہ:

اور کبھی ہوتا ہے وہ مفعول مطلق اسکے لفظ کے غیر کے ساتھ۔ جیسے:قعدت جلوسا۔

وقد يحذف الفعل۔۔۔۔۔۔۔۔ وشكرا، وعجبا۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول مطلق کے عامل کی حذفیت کا حکم بیان فرمایا ہے:

حذفیت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔حذف جوازی:

یعنی وہ مقام جہاں مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا جائز ہے۔

۲۔حذف وجوبی؛

یعنی وہ مقام جہاں مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔

پھر حذف وجوبی کی دو قسمیں ہیں:

۱۔وجوبی سماعی یعنی وہ مقام جہاں مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا واجب ہو اور اس کے حذف کا کوئی اصول اور قانون نہ ہو بلکہ اہل عرب سے سننے کے ساتھ تعلق رکھتا ہو۔

۲۔وجوبی قیاسی یعنی وہ مقام جہاں مفعول مطلق کے عامل کو حذف کرنا واجب ہو اور اس کے خذف کا کوئی اصول اور قانون بھی ہو۔

حذف جوازی کی تفصیل: ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق کے عامل کی حذفیت پر کوئی قرینہ موجود ہو تو وہاں اسکے عامل کو حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے: خیر مقدم (اچھا آنا)،اصل عبارت ہے قدمت قدوما خیر مقدم،قدمت فعل کو حذف کر دیا گیا اور اسکی حذفیت پر قرینہ ہے قرینہ حالیہ یعنی آنے والے شخص کی حالت پھر قدوما موصوف کو حذف کر کے خیر مقدم والی صفت کو اس کے قائم مقام بنا دیا گیا۔

حذف وجوبی سماعی کی مثالیں:

۱۔سقیا،اصل عبارت ہےسقا ک الله سقيا(اللہ آپ کو سیراب کرے سیراب کرنا)۔

۲۔رعیا،اصل عبارت ہےرعا ک الله رعيا(اللہ آپ کی حفاظت فرمائے حفاظت فرمانا)۔

۳۔خیبۃ // // خاب خيبة ہے۔

۴۔جدعا، اصل عبارت جدع جدعا ہے۔

۵۔شکرا // // شكرت شكرا ہے۔

۶۔حمدا // // حمدت حمدا ہے۔

۷۔عجبا // // عجبت عجبا ہے۔

ترجمہ:

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے فعل کو قرینہ کے قائم ہونے کو وقت حذف جوازی کے طور پر۔ جیسے: آپ کا کہنا اس شخص کو جو آیا ہو خیر مقدم اور حذف وجوبی سماعی کے طور پر۔ جیسے: سقیا، اور رعیا، اور خیبۃ اور جدعا اور شکرا اور حمدا اور عجبا۔

وقياسا في۔۔۔۔۔۔سيرا۔

یہاں سے مصنفؒ نے حذف وجوبی قیاسی کے مقامات ذکر فرمائے ہیں:

حذف وجوبی قیاسی کے مقامات:

مقام اول: ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق مثبت حرف نفی یا معنی نفی کے بعد واقع ہو اور حرف نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر داخل ہو کہ مفعول مطلق کو اس اسم کی خبر نا بنایا جا سکتا ہو۔

حرف نفی کی مثال: ما أنت الا سيرا، ما أنت الا سيرالبريد۔

معنی نفی کی مثال: انما انت سيرا۔

تفصیل: مذکورہ تینوں مثالوں میں مفعول مطلق مثبت ہو کر حرف نفی یا معنی نفی کے بعد واقع ہے اور وہ حرف نفی یا معنی نفی ایسے اسم (انت) پر داخل ہیں کہ مفعول مطلق کو أنت کی خبر نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ أنت یہ اسم ضمیر ہے اور اسم ضمیر ذات پر دلالت کرتا ہے اور سیرا مفعول مطلق مصدر ہے اور مصدر وصف پر دلالت کرتا ہے اور وصف کو ذات کی خبر بنانا درست نہیں۔

فائدہ: مذکورہ تینوں صورتوں میں مفعول مطلق کے عامل کو حذف وجوبی قیاسی کے طور پر حذف کیا گیا ہے۔ اصل عبارے ہے ماأنت تسير سيرا۔

اشکال: مصنفؒ نے حرف نفی کی دو مثالیں ذکر کیوں فرمائیں جبکہ مقصد ایک سے بھی واضح ہو جاتا ہے؟

جواب: دو مثالیں ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مفعول مطلق نکرہ بھی ہو سکتا ہے اور معرفہ بھی ہو سکتا ہے۔

مقام ثانی: ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق مکرر واقع ہو۔ جیسے: زید سیرا سیرا، اصل عبارت ہے زید یسیر سیرا سیرا۔

اشکال: مصنفؒ نے مقام اول اور مقام ثانی کو ایک ہی عنوان سے ذکر کیوں نہیں فرمایا؟

جواب: یہ دونوں مقام اس بات میں متحد ہیں کہ ان دونوں مفعول مطلق کو ماقبل والے اسم کی خبر نہیں بنایا جا سکتا اس لئے دونوں کو ایک ہی عنوان سے ذکر کر دیا گیا۔

ترجمہ:

اور حذف وجوبی قیاسی کے اعتبار سے چند مقامات میں ان مقامات میں سے وہ مقام ہے کہ واقع ہو وہ (مفعول مطلق) مثبت اس نفی یا معنی نفی کے بعد جو داخل ہوا ایسے اسم پر کہ نہ بن سکتا ہو مفعول مطلق اسکی خبر یا واقع ہو وہ (مفعول مطلق) مکرر، جیسے: ماأنت سیرا۔

ومنھا ما۔۔۔۔۔۔۔ واما فداء۔

یہاں سے مصنفؒ نے حذف وجوبی قیاسی کے مقامات میں سے مقام ثالث کو ذکر فرمایا ہے:

مقام ثالث: ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق گذشتہ جملے کے مضمون کی تفصیل واقع ہو۔ جیسے: فشدوا الوثاق فاما تمنون منا بعد واما تفدون فداء، تمنون اور تفدون فعل کو حذف کر کے مفعول مطلق کو ان کے قائم مقام بنا دیا گیا۔

ترجمہ:

اور ان مقامات میں سے وہ مقام ہے کہ واقع ہو وہ مفعول مطلق گزشتہ جملے کے مضمون کے اثر کی تفصیل۔ جیسے: فشدوا۔۔۔۔۔۔فداء۔

ومنھا: ماوقع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ صراخ۔

یہاں سے مصنفؒ نے حذف وجوبی قیاسی کے مقامات میں مقام رابع کو ذکر فرمایا ہے:

مقام رابع: ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق کو تشبیہ کے لئے ذکر کیا گیا ہو اور وہ مفعول مطلق افعال جوارح میں سے ہو اور ایسے جملہ کے بعد واقع ہو جو جملہ اس مفعول مطلق کے ہم معنی اسم اور صاحب اسم پر مشتمل ہو۔ جیسے:

۱۔مررت به فاذا له صوت صوت حمار، اصل عبارت ہے مررت به فاذا له صوت یصوت صوت حمار۔

۲۔مررت به فاذا له صراخ صراخ الثکلی، اصل عبارت ہے مررت به فاذا له صراخ یصرخ صراخ الثکلی۔

اشکال: مصنفؒ نے مقام رابع کی دو مثالیں ذکر کیوں فرمائیں؟

جواب: دو مثالیں ذکر فرما کر اس بات کیطرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مقام رابع میں مفعول مطلق نکرہ بھی ہو سکتا ہے اور معرفہ بھی سکتا ہے۔

ترجمہ:

اور ان مقامات میں سے وہ مقام ہے کہ واقع ہو وہ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے اس حال میں کہ وہ جوارح کا فعل ہو ایسے جملے کے بعد جو جملہ مشتمل ہو اسکے ہم معنی اسم اور صاحب اسم پر۔ جیسے: مررت به ------صراخ الثكلى۔

ومنها: ماوقع------- سعديک۔

یہاں سے مصنفؒ نے حذف وجوبی قیاسی کے مقامات میں سے مقام خامس، سادس اور سابع کو ذکر فرمایا ہے:

مقام خامس: ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق گزشتہ جملے کا حاصل اور خلاصہ واقع ہو اور اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال موجود نہ ہو اور اسکو "تاکید لنفسہ" بھی کہتے ہیں۔ جیسے: له على الف درهم اعترافا، اصل عبارت ہے له على الف درهم اعترف اعترافا۔

مقام سادس: ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق گزشتہ جملہ کا حاصل اور خلاصہ واقع ہو اور اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ کسی اور معنی کا احتمال بھی موجود ہو اور اسکو "تاکید لغیرہ" بھی کہتے ہیں۔ جیسے: زيد قائم حقا، اصل عبارت ہے زيد قائم احق حقا۔ مذکورہ جملہ میں حقا یہ زید قائم والے جملے کا حاصل اور خلاصہ ہے اور اس جملہ میں مفعول مطلق کے علاوہ دوسرے معنی کا احتمال بھی موجود ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال موجود ہوتا ہے۔

مقام سابع: ہر وہ مقام جہاں مفعول مطلق تثنیہ کی صورت میں واقع ہے لیکن تثنیہ والا معنی مراد نہ ہو بلکہ تکرار اور کثرت والا معنی مراد ہو۔

مثال اول: لبیک، اصل میں الب لک البابین تھا۔ الب فعل کو حذف کر کے البابین کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا پھر البابین ثلاثی مزید فیہ کے مصدر کو ثلاثی مجرد کے مصدر سے تبدیل کر کے اور لک کے شروع سے لام کو حذف کر کے اس مصدر کی کاف ضمیر کی طرف اضافت کر دی گئی تو لبیک ہو گیا۔

مثال ثانی: سعدیک، اصل میں اسعدک اسعادين تھا، اسعد فعل کو حذف کر دیا گیا۔ اسعادین کو ثلاثی مزید فیہ سے ثلاثی مجرد کی طرف منتقل کر کے اسکی کاف ضمیر کی طرف اضافت کر دی گئی تو سعدیک ہو گیا۔

ترجمہ:

اور ان مقامات میں سے وہ مقام ہے کہ واقع ہو وہ مفعول مطلق اس جملے کا خلاصہ جس جملے میں اس مفعول مطلق کے علاوہ کا احتمال نہ ہو۔ جیسے: له على الف درهم اعترافا اور اس کا نام رکھا جاتا ہے تاکید لنفسہ۔ اور ان مقامات میں سے وہ مقام ہے کہ واقع ہو وہ مفعول مطلق اس جملے کا خلاصہ

جس میں اسکے غیر کا احتمال موجود ہو۔ جیسے: زید قائم حقا اور نام رکھا جاتا ہے اسکا تاکید لغیرہ اور ان مقامات میں سے وہ مقام ہے کہ واقع ہو وہ مفعول مطلق تثنیہ۔ جیسے: لبیک اور سعدیک۔

مفعول بہ

المفعول به: هو ۔۔۔۔۔زیدا۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول بہ کی تعریف ذکر فرمائی ہے:

مفعول بہ کی تعریف:

مفعول بہ اس اسم کو کہتے ہیں جس پر فاعل کا فعل واقع ہو فاعل سے صادر ہو کر۔ جیسے: ضربت زیدا۔

ترجمہ:

مفعول بہ وہ ایسا اسم ہے جس پر واقع ہو فاعل کا فعل، جیسے: ضربت زیدا۔

وقد یتقدم ۔۔۔۔۔ضربت۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول بہ کی اپنے عامل پر تقدیم کا حکم ذکر فرمایا ہے:

اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ مفعول بہ شرط یا استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہو اس صورت میں مفعول بہ کی اپنے عامل پر تقدیم واجب ہے۔ جیسے: من تضرب اضرب، من رأیت۔

۲۔ مفعول بہ شرط یا استفہام کے معنیٰ کو متضمن نہ ہو اس صورت میں مفعول کی اپنے عامل پر تقدیم جائز ہے۔ جیسے: زیدا ضربت۔

ترجمہ:

اور کبھی وہ مقدم ہو جاتا ہے فعل پر، جیسے: زیدا ضربت۔

وقد یحذف الفعل۔۔۔۔۔۔ سهلا۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول بہ کے عامل کی حذفیت کا حکم بیان فرمایا ہے:

حذف کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ حذف جوازی ۲۔ حذف وجوبی

پھر حذف وجوبی کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ حذف وجوبی سماعی ۲۔ حذف وجوبی قیاسی

مفعول مطلق کی بحث میں ان تمام کی تعریفیں مذکور ہیں۔

حذف جوازی کی تفصیل: اگر مفعول بہ کے عامل کی حذفیت پر کوئی قرینہ موجود ہو تو اسکے عامل کا حذف جائز ہے۔ جیسے: من أضرب کے جواب میں زیدا کہنا۔ اصل عبارت ہے اضرب زیدا، اضرب عامل کو حذف کر دیا گیا اور اس کی حذفیت کا قرینہ ہے سائل کا سؤال محقق۔

حذف وجوبی کے مقامات: چار مقامات پر مفعول بہ کے عامل کو حذف کرنا واجب ہے۔ پہلا مقام حذف وجوبی سماعی اور باقی تین مقامات حذف وجوبی قیاسی کے ہیں۔

مقام اول (حذف وجوبی سماعی) کی مثالیں:

۱۔ امرأ ونفسہ، اصل عبارت ہے اترک امرأ ونفسہ۔

۲۔ انتھوا خیرا لکم، اصل عبارت ہے انتھوا عن التثلیث واقصدوا خیرا لکم [عقیدہ تثلیث سے بچو (تین خداؤں کا عقیدہ) اور اپناؤ جو بہتر ہے تمہارے لئے]۔

۳۔ اھلا و سھلا، اصل عبارت ہے اتیت سھلا و وطیت سھلا۔

ترجمہ:

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے فعل کو قرینہ کے قائم ہونے کے وقت حذف جوازی کے طور پر۔ جیسے: آپ کا کہنا زیدا اس شخص کے لئے (کو) جس نے کہا ہو من اضرب۔ اور حذف وجوبی کے طور پر چار مقامات میں پہلا سماعی ہے۔ جیسے: امرأ ونفسہ۔۔۔۔ سھلا۔

منادی

والثانی المنادی۔۔۔۔ تقدیرا۔

یہاں سے مصنفؒ نے حذف وجوبی کا دوسرا مقام ذکر فرمایا ہے:

اور وہ ہے منادیٰ:

منادیٰ اس اسم کو کہتے ہیں جس کی توجہ کو طلب کیا گیا ہو حرف نداء کے ذریعہ۔ جیسے: یازید میں زید۔

حرف نداء کی تعریف:

حرف نداء اس حرف کو کہتے ہیں جو کسی کی توجہ کو طلب کرنے کے لئے ادعو فعل کے قائم مقام بنتا ہو۔ جیسے: یازید میں حرف یاء۔

فائدہ: حرف نداء کبھی لفظوں میں مذکور ہوتا ہے۔ جیسے: یازید اور کبھی محذوف ہوتا ہے۔ جیسے: یوسف اعرض عن ھذا، اصل میں یا یوسف اعرض عن ھذا ہے۔

حروف نداء کی تعداد:

حروف نداء کل پانچ ہیں: ۱۔یا ۲۔أیا ۳۔ھیا ۴۔أی ۵۔ھمزہ مفتوحہ

تفصیل: "یا" یہ منادیٰ قریب اور بعید دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ایا اور ھیا یہ دونوں صرف منادیٰ بعید کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ ای اور ھمزہ مفتوحہ یہ دونوں صرف منادی قریب کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

ترجمہ:

اور دوسرا مقام منادی ہے اور وہ وہ اسم ہے جس کی توجہ کو طلب کیا گیا ہو ایسے حرف کے ذریعہ جو ادعو کے قائم مقام بنتا ہے لفظی یا حکمی طور پر۔

ویبنی علی------ لغیر معین۔

یہاں سے مصنفؒ نے منادی کی تقسیم بیان فرمائی ہے:

منادی کی پانچ قسمیں ہیں: ۱۔منادی مفرد معرفہ ۲۔منادی مستغاث

۳۔منادی مضاف ۴۔منادی مشابہ بالمضاف ۵۔منادی نکرہ غیر معینہ

۱۔منادی مفرد معرفہ کی تعریف:

منادی مفرد معرفہ اس اسم کو کہتے ہیں جو مضاف اور مشابہ مضاف نہ ہو اور اس کو تعیین کر کے ندا دی گئی ہو۔

منادی مفرد معرفہ کا حکم: یہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے۔ جیسے: یازید، یازیدان، یازیدون۔

منادی مستغاث کی تعریف:

منادی مستغاث اس اسم کو کہتے ہیں جس کی توجہ کو طلب کیا گیا ہو فریاد چاہنے کے لئے۔

اصطلاحات: فریاد چاہنے والے کو مسغیث اور جس سے فریاد چاہی جائے اس کو مستغاث اور جس کے لئے فریاد چاہی جائے اس کو مستغاث لہ اور فریاد چاہنے والے کو استغاث کہتے ہیں۔

منادی مستغاث کی تقسیم: اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔منادی مستغاث بلام الاستغاثہ یعنی وہ منادی مستغاث جس پر لام استغاثہ داخل ہو۔ جیسے: یالزید۔

۲۔منادی مستغاث بالف الاستغاثہ یعنی وہ منادی مستغاث جس پر الف استغاثہ داخل ہو۔ جیسے: یازیداہ۔

منادی مستغاث بلام الاستغاثہ کی حکم: یہ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے۔

منادی مستغاث بالف الاستغاثہ کا حکم: یہ مبنی بر فتح ہوتا ہے۔

فائدہ: لام استغاثہ اور الف استغاثہ کا ایک ہی کلمہ میں اجتماع نہیں ہو سکتا۔

لام استغاثہ کا اعراب: اسکی دو صورتیں ہیں:

۱۔ لام استغاثہ مستغاث پر داخل ہو اس صورت میں ی یہ مفتوح ہوگا۔ جیسے: یالزید۔

۲۔ لام استغاثہ مستغاث لہ پر داخل ہو اس صورت میں یہ مجرور ہوگا۔ جیسے: یاللمظلوم۔

منادی مضاف کی تعریف:

منادی مضاف اس اسم کو کہتے ہیں جس کا اپنے مابعد سے تعلق بتانا مقصود ہو۔ جیسے: یاعبداللہ۔

منادی مشابہ بالمضاف کی تعریف:

منادی مشابہ بالمضاف اس اسم کو کہتے ہیں جس کا معنی دوسرے کلمہ کے بغیر سمجھ میں نہ آتا ہو اور اسکا اپنے مابعد سے عمل یا عطف کا تعلق ہو۔

عمل کی مثال: جیسے: یا طالعا جبلا   عطف کی مثال: یا ثلاثۃ و ثلاثین

منادی نکرہ غیر معینہ کی تعریف:

منادی نکرہ غیر معینہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کو تعیین کے بغیر ندادی گئی ہو۔ جیسے: نابینے کا قول: یا رجلا خذ بیدی۔

آخری تین اقسام کا حکم:

ان تینوں قسموں میں منادی منصوب ہوتا ہے۔

ترجمہ:

اور اس منادی کو مبنی پڑھا جائے گا اس علامت پر جس کے ذریعہ اسکو رفع دیا جاتا ہو وہ (منادی) مفرد معرفہ، جیسے: یازید اور۔۔۔۔

اور اس منادی کو مجرور پڑھا جائے گا لام استغاثہ کی وجہ سے، جیسے: یالزید، اور اسکو مفتوح پڑھا جائے گا استغاثہ کے الف کے لاحق ہونے کی وجہ سے اور اس میں کسی قسم کا لام نہیں ہوگا، جیسے: کی زیداہ، اور منصوب پڑھا جائے گا ان دونوں کے علاوہ کو، جیسے: یاعبداللہ۔۔۔ اور کسی غیر معین شخص کے لئے۔

توابع المنادی

وتوابع المنادی۔۔۔۔۔۔ المستقل مطلقا۔

یہاں سے مصنفؒ نے منادی مبنی (مفرد معرفہ) کے توابع کا حکم ذکر فرمایا ہے:

منادی مبنی کے توابع کی تقسیم: اس کے توابع کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ مفردہ ۲۔ مضافہ

۱۔ مفردہ: یعنی وہ توابع جو مضاف اور مشابہ بالمضاف نہ ہوں۔

۲ مضافہ: یعنی وہ توابع جو اپنے مابعد کیطرف مضاف ہوں۔

مفردہ کی تقسیم: اس کی چھ (۶) قسمیں ہیں:

۱۔ تاکید ۲۔ صفت ۳۔ عطف بیان ۴۔ معطوف بالحرف معرف باللام ۵۔ بدل ۶۔ معطوف بالحرف غیر معرف باللام

پہلی چار قسموں کا حکم:

یہ لفظا مرفوع اور محلا منصوب ہوتی ہیں۔ جیسے: یازید العاقل۔

فائدہ: معطوف بالحرف معرف باللام کے حکم میں اختلاف ہے اور اس میں کل چار قول ہیں؛

۱۔ یہ لفظا مرفوع اور محلا منصوب ہوتا ہے۔

۲۔ اس پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں لیکن رفع افضل ہے۔ یہ مذہب ہے امام خلیل نحوی کا۔

۳۔ اس پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں لیکن نصب افضل ہے۔ یہ مذہب ہے ابو عمروؒ کا۔

اگر معطوف بالحرف معرف باللام الحسن کی طرح ہو یعنی اس پر لام کا داخل کرنا اور داخل نہ کرنا دونوں جائز ہوں تو اس صورت میں امام خلیل نحویؒ کے مذہب پر عمل کیا جائے گا یعنی اس پر رفع اور نصب دونوں جائز ہوں گے اور رفع افضل ہو گا۔

اور اگر معطوف بالحرف معرف باللام الصعق کی طرح ہوں یعنی اس پر لام کا داخل کرنا ضروری ہو تو اس صورت میں ابو عمروؒ کے مذہب پر عمل کیا جائے یعنی رفع اور نصب دونوں جائز ہوں گے لیکن نصب افضل ہو گی یہ مذہب ہے ابوالعباس یعنی امام مبردؒ کا۔

آخری دو قسموں کا حکم: ان کا حکم مستقل منادی والا ہے یعنی مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں علامت رفع پر مبنی ہوں گی۔ مضاف اور مشابہ بالمضاف ہونے کی صورت میں منصوب ہوں گی۔ جیسے: یازید و عمرو۔

مضافہ کی حکم: منادی مبنی کے توابع اگر اپنے مابعد کیطرف مضاف ہوں تو یہ منصوبہ ہوں گے کیونکہ منادی مضاف خود منصوب ہوتا ہے لہذا اس کے وہ توابع جو مضاف ہوں وہ بطریق اولیٰ منصوب ہوں گے۔

اشکال: مصنفؒ نے منادی مفرد کی چھ قسموں میں سے صرف صفت کی مثال پر اکتفاء کیوں فرمایا؟

جواب: صفت کلام عرب میں کثیر الاستعمال اور کثیر الفوائد ہے اسکے کثیر الاستعمال اور کثیر الفوائد ہونے کی وجہ سے صرف اس کی مثال پر اکتفاء فرمایا۔

ترجمہ:

اور منادی مبنی کے توابع مفردہ یعنی تاکید اور صفت اور عطف بیان اور وہ معطوف بالحرف جس پر فاء کا داخل ہونا ممنوع ہو۔ انکو مرفوع پڑھا جائے گا اسکے لفظوں پر محمول کرتے ہوئے اور ان کو منصوب پڑھا جائے گا اسکے محل پر محمول کرتے ہوئے۔ جیسے: یازید العاقل، اور خلیل معطوف میں ترجیح دیتے ہیں رفع کو اور ابو عمرو نصب کو اور ابو العباس اگر وہ معطوف الحسن کی طرح تو وہ خلیل کی طرح ہیں وگرنہ وہ ابو عمرو کیطرح ہیں۔ اور مضاف انکو منصوب پڑھا جائے گا، اور بدل اور وہ معطوف جو اسکے علاوہ ہو جسکو ذکر کیا گیا ہے اسکا حکم مستقل منادی والا حکم ہے مطلقا۔

والعلم الموصوف ----- فتحه۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک ضابطہ ذکر فرمایا ہے:

ضابطہ: ہر وہ منادی جو علم ہو کر براہ راست لفظ ابن یا لفظ ابنۃ کے لئے موصوف بن رہا ہو اور وہ لفظ ابن یا لفظ ابنۃ کسی دوسرے علم کی طرف مضاف ہو تو اس منادی پر رفع اور نصب دونوں جائز ہوں گے لیکن نصب افضل ہو گی۔ جیسے: یازید بن عمرو، یافاطمۃ بنت عمرو۔

نصب افضل ہونے کی وجہ سے: ایسا منادی کلام عرب میں کثیر الاستعمال ہے اور کثرت یہ تخفیف کا تقاضا کرتی ہے اور تخفیف رفع کی بجائے نصب میں زیادہ ہے۔

فائدہ: اگر منادی علم نہ ہو یا علم تو ہو لیکن براہ راست لفظ ابن یا لفظ ابنۃ کے لئے موصوف نہ ہو یا لفظ ابن یا لفظ ابنۃ غیر علم کی طرف مضاف ہوں تو ان تینوں صورتوں میں منادی پر رفع پڑھنا واجب ہو گا۔ جیسے: یارجل ابن زید، یازید الظریف ابن عمرو، یازید ابن اُخین۔

ترجمہ:

اور وہ علم جسکی صفت بیان کی گئی ہو ابن یا بنۃ سے اس حال میں کہ وہ مضاف ہو دوسرے علم کی طرف تو ترجیح دی جائے گی اسکے فتح پر۔

واذا نودی -----توابع معرب۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک ضابطہ ذکر فرمایا ہے:

ضابطہ: جب منادی معرف باللام ہو تو اس پر براہ راست حرف ندا کو داخل کرنا درست نہیں کیونکہ اس صورت میں دو آلہ تعریف (حرف ندا، لام) کا اجتماع لازم آئے گا جو درست نہیں۔ایسی صورت میں درمیان میں ایھا یا ھذا یا ایھذا کا واسطہ ضروری ہے۔ جیسے: یا ایھا الرجل، یا ھذا الرجل، یا ایھٰذا الرجل۔

فائدہ: مذکورہ تینوں مثالوں میں الرجل پر اصولا رفع اور نصب دونوں جائز ہیں لیکن نحویوں کے نزدیک اس پر رفع پڑھنا لازم ہے تاکہ رفع اسکے مقصود بالندا ہونے پر دلالت کرے اور الرجل کے توابع پر بھی رفع پڑھنا لازم ہے، جیسے: یا ایھا الرجل الکریم، کیونکہ یہ منادی معرب کے توابع ہیں نا کہ منادی مبنی کے رفع اور نصب دونوں جائز ہوتے ہیں منادی مبنی کے توابع میں۔

ترجمہ:

اور جب ندا دی جائے منادی معرف باللام کو تو پڑھا جائے گا یا أیھا الرجل۔۔۔۔اور لازم قرار دیا ہے انہوں نے التجل کے رفع کو اس لئے کہ یہ (ندا سے مقصود ہے) مقصود بالندا ہے اور اسکے توابع کے رفع کو کیونکہ وہ معرب کے توابع ہیں۔

وقالوا: ((یاالله)) خاصة۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اشکال مقدر کا جواب دیا ہے:

اشکال: آپ نے کہا ہے کہ منادی معرف باللام پر حرف ندا براہ راست داخل نہیں ہو سکتا حالانکہ یااللہ میں حرف ندا منادی معرف باللام پر براہ راست داخل ہے؟

جواب: یااللہ میں لفظ اللہ کے شروع میں لام یہ لام تعریف نہیں بلکہ لام عوض ہے لفظ اللہ اصل میں الہ تھا شروع سے الف کو حذف کر کے اسکی جگہ لام کا اضافہ کر کے پھر لام کا لام میں ادغام کر دیا گیا۔

ترجمہ:

اور وہ پڑھتے ہیں یااللہ خصوصی طور پر۔

ولک فی مثل۔۔۔۔ النصب۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک ضابطہ ذکر فرمایا ہے:

ضابطہ: جب منادی مفرد معرفہ صورۃ مکرر واقع ہو اور اسکے بعد مضاف الیہ ہو تو اس منادی پر رفع اور نصب دونوں جائز ہوں گے رفع جائز ہو گا منادی مفرد معرفہ ہونے کی وجہ سے اور نصب جائز ہو گی منادی مضاف ہونے کی وجہ سے۔ جیسے: یا تیم تیم عدیّ

ترجمہ:

اور آپ کے لئے جائز ہے یاتیم تیم عدیٍّ جیسی مثالوں میں رفع اور نصب۔

والمضاف الی۔۔۔۔ وبالھاء وقفا۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک ضابطہ ذکر فرمایا ہے:

ضابطہ: اگر منادی یائے ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے: یاغلامی، تو اس میں پانچ صورتیں جائز ہیں:

۱۔ یائے ضمیر متکلم کے سکون کے ساتھ، جیسے: یاغلامی۔

۲۔ یائے ضمیر متکلم کے فتح کے ساتھ، جیسے: یاغلامیَ۔

۳۔ یائے ضمیر متکلم کو حذف کرکے ماقبل والے حرف پر کسرہ کے ساتھ، جیسے: یاغلامِ۔

۴۔ یائے ضمیر متکلم کو الف سے تبدیل کرکے، جیسے: یاغلاما۔

۵۔ حالت وقف میں مذکورہ چاروں صورتوں میں ھاء کا اضافہ کرکے، جیسے: یاغلامیہ، یاغلامیَہ، یاغلامہ، یاغلاماہ۔

ترجمہ:

اور وہ منادی جو مضاف ہو یائے متکلم کی طرف جائز ہے اس میں یاغلامی،۔۔۔۔اور ھاء کے ساتھ وقف کی حالت میں۔

وقالوا: یاأبی۔۔۔۔ دون الیاء۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک ضابطہ ذکر فرمایا ہے:

ضابطہ: اگر منادی لفظ أب یا لفظ أم واقع ہو اور یائے ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس میں چار صورتیں جائز ہیں:

۱۔ یائے ضمیر متکلم کا سکون، جیسے: یاأبی، یاأمی۔

۲۔ یائے ضمیر متکلم کو تاء سے تبدیل کرکے تاء پر فتح پڑھنا، جیسے: یاأبتَ۔

۳۔ یائے ضمیر متکلم کو تاء سے تبدیل کرکے تاء پر کسرہ پڑھنا، جیسے: یاأبتِ۔

۴۔ یائے ضمیر متکلم کو تاء سے تبدیل کرکے تاء کے آخر میں الف کا اضافہ کرکے پڑھنا، جیسے: یاأبتا۔

فائدہ: یائے ضمیر متکلم کو تاء سے تبدیل کرکے تاء کے آخر میں یاء کا اضافہ کرکے پڑھنا جائز نہیں، جیسے: یاأبتی، کیونکہ اس صورت میں عوض اور معوض کا اجتماع لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں۔

ترجمہ:

اور وہ پڑھتے ہیں یاأبی۔۔۔۔فتحہ اور کسرہ کی صورت میں، اور الف کے ساتھ نہ کہ یاء کے ساتھ۔

ویا ابن ام۔۔۔۔۔۔ ویا ابن عم۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک ضابطہ ذکر فرمایا ہے:

ضابطہ: جب منادی لفظ ابن واقع ہو اور وہ لفظ ابن لفظ ام یا لفظ عم کی طرف مضاف ہو اور وہ لفظ اُم یا لفظ عم یائے ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہو، جیسے: یاابن امی، یاابن عمی، تو اس میں چھ صورتیں جائز ہیں، پانچ یاغلامی والی اور چھٹی صورت یہ ہے کہ یائے ضمیر متکلم کو حذف کر کے ماقبل والے حرف پر فتحہ پڑھا جائے، جیسے: یاابن ام، یاابن عم۔

ترجمہ:

اور یاابن ام اور یاابن عم خاص طور پر یاغلامی والے کی طرح ہیں اور وہ پڑھتے ہیں یاابن ام، یاابن عم۔

ترخیم المنادی

یہاں سے مصنفؒ نے منادی میں ترخیم کا حکم ذکر فرمایا ہے:

ترخیم کا لغوی معنی: ڈھیلا کرنا، نرم کرنا، آسان کرنا۔

ترخیم کی اصطلاحی تعریف:

کسی کلمہ کے آخر سے تخفیفا ایک یا ایک سے زائد حروف کو حذف کر دینا۔

ترخیم کا حکم: منادی کے آخر میں ترخیم مطلقا جائز ہے خواہ وہ ترخیم ضرورت شعری کی وجہ سے ہو یا ضرورت شعری کی وجہ سے نہ ہو اور غیر منادی میں ترخیم ضرورت شعری کی وجہ سے تو جائز ہے لیکن غیر ضرورت شعری کی وجہ سے جائز نہیں۔

ترجمہ:

اور منادی میں ترخیم جائز ہے اور غیر منادی میں ضرورت کی وجہ سے، اور وہ حذف کرنا ہے اس کے آخر میں تخفیف کے ارادے سے۔

وترخیم المنادی ۔۔۔۔۔۔ تخفیفا۔

یہاں سے مصنفؒ نے منادی میں ترخیم کی شرائط کو ذکر فرمایا ہے:

منادی میں ترخیم کی شرائط:

ا۔وہ منادی مضاف یامشابہ باالمضاف نہ ہو۔اگر منادی مضاف ہو تو پھر ترخیم مضاف اور مضاف الیہ میں سے کسی کے آخر میں بھی جائز نہیں ہو گی کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ شدۃ اتصال کی وجہ سے ایک ہی کلمہ شمار ہوتے ہیں اگر مضاف کے آخر میں ترخیم کی جائے تو پھر کلمہ کے وسط میں ترخیم کرنا لازم آئے گا اور اگر مضاف الیہ کے آخر میں ترخیم کی جائے تو غیر منادی میں ترخیم کرنا لازم آئے گا اور غیر منادی میں ترخیم بلاضرورت درست نہیں۔

۲۔وہ منادی مستغاث اور منادی مندوب نہ ہو۔منادی مستغاث اور منادی مندوب کی صورت میں ترخیم جائز نہیں ہو گی کیونکہ ان دونوں میں آواز کو لمبا کرنا مقصود ہے اور ترخیم اس مقصد کے خلاف ہے۔

۳۔وہ منادی جملہ نہ ہو کیونکہ جملہ جب علم ہوتا ہے تو وہ حال کی حکایت پر دلالت کرتا ہے اور کسی قسم کی تبدیلی کو قبول نہیں کرتا اور ترخیم تبدیلی کے بغیر ہو نہیں سکتی۔

۴۔وہ منادی علم ہو کر زائد علی الثلاثہ ہو (یعنی تین حروف سے زائد پر مشتمل ہو، جیسے: یاعثمان) یازائد علی الثلاثہ تو نہ ہو لیکن اس کے آخر میں تائے تانیث ہو، جیسے: یاشاۃ۔

ترجمہ:

اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ منادی مضاف نہ ہو اور نہ مستغاث اور نہ جملہ اور وہ ہو یا تو ایسا علم جو تین حرفوں سے زائد ہو یا وہ تائے تانیث کے ساتھ ہو۔

وشرطه ان يكون ------ بتاء التانيث۔

یہاں سے مصنفؒ نے ترخیم کی مقدار ذکر فرمائی ہے:

اسکی کئی صورتیں ہیں:

ا۔منادی کے آخر میں ایسے دو حروف زائد ہوں جو حرف واحد کے حکم میں ہوں، جیسے: یااسماء، یامروان۔

۲۔منادی کے آخر میں ایسا حرف صحیح ہو جس سے پہلے حرف مدّہ ہو اور وہ کلمہ چار سے زائد حروف پر مشتمل ہو، جیسے: یامنصور۔

حکم: مذکورہ دونوں صورتوں میں تخفیفا منادی کے آخر سے دو حرفوں کو حذف کیا جاسکتا ہے، جیسے: یااسم، یامرو، یامنص۔

حرف صحیح کی تعریف:

حرف صحیح اس حرف کو کہتے ہیں جو ف، ع، ل میں سے کسی مقابلہ میں آتا ہو۔

حرف زائد کی تعریف:

حرف زائد اس حرف کو کہتے ہیں جو ف، ع، ل میں سے کسی کے مقابلہ میں نہ آتا ہو۔

حرف مدہ کی تعریف:

حرف مدہ واؤ ما قبل مضموم اور یاء ما قبل مکسور اور الف ما قبل مفتوح کو کہتے ہیں۔

۳۔ منادی مرکب اضافی اور مرکب اسنادی کے علاوہ کوئی اور مرکب ہو مثلا مرکب منع صرف، جیسے: یابعلبک۔

حکم: اس صورت میں منادی کے آخر سے تخفیفا مکمل کلمہ کو خذف کیا جاسکتا ہے، جیسے: یابعل۔

۴۔ وہ منادی جس میں مذکورہ تینوں باتیں موجود نہ ہوں، جیسے: یاحارث۔

حکم: اس صورت میں منادی کے آخر سے تخفیفا ایک حرف کو حذف کیا جاسکتا ہے، جیسے: یاحار۔

ترجمہ:

پس اگر ہوں اس منادی کے آخر میں ایسے دو حرف زائد جو ایک ہی حرف کے حکم میں ہوں، جیسے: اسماء اور مروان یا ایک ایسا حرف صحیح ہو جس سے پہلے حرف مدہ ہو اور وہ چار حرفوں سے زیادہ ہو تو (ان دونوں کو حذف کر دیا جائے گا) تو ان دونوں حرفوں کو حذف کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ (منادی) مرکب ہو تو حذف کیا جا سکتا ہے دوسرے اسم کو اور اگر اس کے علاوہ ہو تو صرف ایک حرف کو۔

فان کان فی ------ فحرف واحد۔

یہاں سے مصنفؒ نے منادی مرخم کا اعراب ذکر فرمایا ہے:

اس میں دو اعراب جائز ہیں:

۱۔ ترخیم کے بعد اس پر اس کی اصلی حرکت پڑھنا، جیسے: یاحار، یاثمو، یاکرو یہی جمہور حضرات کا مذھب ہے۔

۲۔ اسکو مستقل منادی قرار دے کر اس پر رفع پڑھنا، جیسے: یاحار، یاثمی، یاکرا۔

یاثمی کی تعلیل: یاثمی اصل میں یاثمو تھا واؤ کلمہ کی طرف میں واقع ہے اس لئے اس واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کی مناسبت سے ما قبل والے حرف کو کسرہ دے دیا گیا۔

یاکرا کی تعلیل: یاکرا اصل میں یاکرو تھا۔ واؤ متحرک ما قبل متفوح ہونے کی وجہ سے اس واؤ کو الف سے بدل دیا گیا۔

ترجمہ:

اور یہ (منادی مرخم) ثابت کے حکم میں ہوتا ہے اکثر حضرات کے مذہب پر پس پڑھا جائے گا: یا ثمو، اور یا کرو، اور کبھی قرار دے دیا جاتا ہے اسکو مستقل منادی پس پڑھا جاتا ہے: یا حار، اور یا ثمی، اور یا کرا۔

مندوب

وقد استعملوا۔۔۔۔۔۔ فی الوقف۔

یہاں سے مصنفؒ نے مندوب کے احکام بیان فرمائے ہیں:

حروف ندا میں سے حرف ندا یاء کو مندوب میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

مندوب کی تعریف:

مندوب اس اسم کو کہتے ہیں جس پر اظہار غم کے لئے واؤ یا یاء کے ساتھ رویا جائے۔

واؤ اور یاء میں فرق: واؤ صرف مندوب میں استعمال ہوتی ہے اور یاء مندوب اور منادی دونوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

فائدہ: مندوب میں چونکہ آواز کو لمبا کرنا مقصود ہوتا ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مندوب کے آخر میں الف اور وقف کی حالت میں ھا کا اضافہ بھی جائز ہے، جیسے: یازیداہ، وازیداہ۔

مندوب کا حکم: معرب اور مبنی ہونے میں اس کا حکم منادی والا ہے یعنی مفرد معرفہ ہونے کی صورت میں یہ علامت رفع پر مبنی ہوگا۔ مضاف اور مشابہ بالمضاف ہونے کی صورت میں یہ منصوب ہوگا۔

فائدہ: مندوب کے آخر میں الف کا اضافہ اس وقت جائز ہے جس وقت کسی اور صیغہ سے التباس لازم نہ آتا ہے۔ التباس لازم آنے کی صورت میں اس الف کو واؤ یا یاء سے تبدیل کر کے پڑھا جائے گا۔ مثلا

۱۔ اگر واحد مؤنث حاضر کے غلام پر ندبہ مقصود ہو تو واغلامکاہ کی بجائے واغلامکیہ پڑھا جائے گا کیونکہ واغلامکاہ پڑھنے کی صورت میں واحد مؤنث حاضر کے صیغہ کا واحد مذکر حاضر کے صیغہ کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

۲۔ اگر جمع مذکر حاضر کے غلام پر ندبہ (رونا) مقصود ہو تو واغلامکماہ کی بجائے واغلامکموہ پڑھا جائے گا کیونکہ واغلامکماہ پڑھنے کی صورت میں جمع مذکر حاضر کا تثنیہ مذکر حاضر کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔

ترجمہ:

اور تحقیق اہل عرب نے استعمال کیا ہے ندا کے صیغہ کو مندوب میں اور وہ (مندوب) وہ اسم ہے جس پر رویا جائے یاء یا واؤ کے ساتھ اور اس مندوب کو خاص کر دیا گیا ہے۔ واؤ کے ساتھ اور اس مندوب کا حکم معرب اور مبنی ہونے میں منادی والا حکم ہے اور جائز ہے آپ کے لئے الف کا اضافہ کرنا اس مندوب کے آخر میں پس اگر آپ خطرہ محسوس کریں التباس کا تو آپ پڑھیں، واغلامکموہ۔ اور جائز ہے آپ کے لئے ھاء لگانا وقف کی حالت میں۔

ولا يندب------ وارجلاه۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک فائدہ ذکر فرمایا ہے:

فائدہ: مندوب صرف معروف اور مشہور شخص کو بنایا جاسکتا ہے تاکہ سامع ندبہ کرنے والے کو معذور قرار دے سکے۔ غیر معروف اور غیر مشہور شخص کو مندوب نہیں بنایا جاسکتا لہذا، وازیداہ کہنا تو جائز ہے لیکن وار جلاہ کہنا جائز نہیں۔

ترجمہ:

اور مندوب نہیں بنایا جاسکتا مگر معروف شخص کو پس نہیں کہا جاسکتا وار جلاہ۔

وامتنع----ليونس۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اختلافی مسئلہ ذکر فرمایا ہے:

اختلافی مسئلہ: موصوف کے آخر میں مندوب کے الف کا اضافہ بالاتفاق جائز ہے، جیسے: وازیداہ الطویل لیکن صفت کے آخر میں مندوب کے الف کا اضافہ جائز ہے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ جمہور حضرات کے نزدیک ناجائز ہے اور امام یونس نحویؒ کے نزدیک جائز ہے لہذا، وازید الطویلاہ کہنا جمہور حضرات کے نزدیک ناجائز ہوگا اور امام یونس نحویؒ کے نزدیک جائز ہوگا۔

امام یونس نحویؒ کے دلائل: ا۔ مضاف الیہ کے آخر میں مندوب کے الف کا اضافہ بالاتفاق جائز ہے جب مضاف الیہ کے آخر میں الف کا اضافہ جائز ہے تو صفت کے آخر میں بطریق اولیٰ جائز ہوگا کیونکہ مضاف اور مضاف الیہ میں غیریت ہوتی ہے جبکہ موصوف اور صفت میں عینیت ہوتی ہے۔

جواب: صفت کو مضاف الیہ پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ مضاف الیہ مضاف کا جزو ہوتا ہے جس کی وجہ سے دونوں ایک کلمہ شمار ہوتے ہیں جبکہ صفت یہ موصوف کا جزو نہیں ہوتی جسکی وجہ سے یہ دونوں دو کلمے شمار ہوتے ہیں۔

۲۔ ایک شامی دیہاتی کے دو پیالے گم ہو گئے تو اس نے اپنے گم شدہ پیالوں پر ندبہ کرتے ہوئے صفت کے آخر میں مندوب کے الف کا اضافہ کیا ہے تو ثابت ہو گیا کہ صفت کے آخر میں مندوب کے الف کا اضافہ جائز ہے۔

شامی دیہاتی کا قول: واجمجمتی الشامیتیناہ۔

جواب: دیہاتی کا یہ قول شاذ ہے اور شاذ پر حکم مرتب نہیں ہوتا۔

ترجمہ:

اور ناجائز ہے وازیدالطویلاہ امام یونسؒ سے اختلاف فرماتے ہوئے۔

حذف حرف النداء

ویجوز حذف۔۔۔۔۔۔ ایھا الرجل۔

یہاں سے مصنفؒ نے حرف ندا کی حذفیت کا حکم بیان فرمایا ہے:

حرف ندا کی حذفیت پر اگر کوئی قرینہ موجود ہو تو اس کا حذف جائز ہے، جیسے:

ا۔ یوسف اعرض عن ھذا اصل میں یایوسف اعرض عن ھذا ہے۔ شروع سے حرف ندا یا کو حذف کر دیا گیا۔ اسکی حذفیت کا قرینہ یہ ہے کہ اگر اس کو محذوف نہ مانا جائے تو یوسف مبتداء اور اعرض عن ھذا یہ جملہ اس کی خبر ہو گا حالانکہ جملہ انشائیہ تاؤیل کے بغیر خبر نہیں بن سکتا۔ محذوف ماننے کی صورت میں یوسف یہ منادی اور اعرض عن ھذا یہ جواب ندا ہو گا۔

۲۔ ایھاالرجل اصل میں یاایھاالرجل ہے۔ یاء کی حذفیت کا قرینہ ہے لفظ ایھا کیونکہ یہ لفظ منادی معرف باللام پر داخل ہوتا ہے تاکہ دو آلۂ تعریف جمع نہ ہوں۔

فائدہ:

چار مقام میں منادی کے شروع سے حرف ندا کا حذف جائز نہیں:

ا۔ منادی اسم جنس ہو ۲۔ منادی اسم اشارہ ہو ۳۔ منادی مستغاث ہو ۴۔ منادی مندوف ہو۔

مقام اول کی وضاحت:

اسم جنس اس اسم نکرہ کو کہتے ہیں جو ندا کے بعد معرفہ بن گیا ہو، جیسے: یارجل یا ندا کے بعد بھی نکرہ رہا ہو، جیسے: یارجلا خذ بیدی۔

تفصیل: اسم جنس کا منادی بن کو استعمال قلیل ہے اگر اس کے شروع سے حرف ندا کو حذف کر دیا جائے تو پھر پتا نہیں چلے گا کہ یہ منادی ہے یا اسم نکرہ۔

مقام ثانی کی وضاحت: اسم اشارہ کا منادی بن کر استعمال بھی قلیل ہے لہذا اسم جنس کے ساتھ مشابہت کے پائے جانے سے اس کے شروع سے بھی حرف ندا کا حذف جائز نہیں ہو گا۔

مقام ثالث اور مقام رابع کی وضاحت: منادی مستغاث اور منادی مندوب دونوں میں آواز کو لمبا کرنا مقصود ہوتا ہے اور حرف ندا کو حذف کر دینا اس مقصود کے خلاف ہے لہذا منادی مستغاث اور منادی مندوب کے شروع سے بھی حرف ندا کا حذف جائز نہیں ہو گا۔

ترجمہ:

اور جائز ہے حرف ندا کا حذف مگر اسم جنس اور اشارہ اور مستغاث اور مندوب کے ساتھ، جیسے: یوسف ۔۔۔اور ایھا الرجل۔

وشذ أصبح۔۔۔۔۔۔ وأطرق كرا۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اشکال مقدر کا جواب دیا ہے:

اشکال: آپ نے کہا ہے کہ جب منادی اسم جنس ہو تو اس کے شروع سے حرف ندا کا حذف ناجائز ہے حالانکہ کلام عرب میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جن میں منادی اسم جنس ہونے کے باوجود اس کے شروع سے حرف ندا کو حذف کیا گیا ہے، جیسے:

۱۔اصبح لیل اصل میں اصبح یا لیل تھا لیل اسم جنس ہے۔

۲۔افتد مخنوق اصل میں افتد یا مخنوق تھا اور مخنوق اسم جنس ہے۔

۳۔اطرق کرا اصل میں اطرق یا کرا تھا اور کرا اسم جنس ہے۔

جواب: مذکورہ تینوں مثالیں شاذ ہیں اور شاذ پر حکم مرتب نہیں کیا جاتا۔

اصبح لیل کا پس منظر: امراء القیس شاعر نے اپنی بیوی ام جندب کو طلاق دے دی۔ غم کی شدت کی وجہ سے بیوی پر رات بہت لمبی ہو گئی اس وقت اسکی بیوی ام جندب نے اصبح لیل والا جملہ استعمال کیا یعنی اے رات صبح کر لے۔

افتد مخنوق کا پس منظر: سلیک بن سلکہ ایک مرتبہ سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ایک چور آیا اور اس چور نے اس کا گلہ دبا کر یہ جملہ کہا یعنی اے وہ شخص جس کا گلہ دبایا گیا ہے اپنی جان کا فدیہ دے کر اپنی جان کو آزاد کروالے۔

اطرق کرا کا پس منظر: کرا یہ ایک کمزور لمبی گردن والے پرندے کا نام ہے اھل عرب میں ایک منتر چلتا تھا اور اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اس کے ذریعے کرا پرندے کا شکار آسانی سے ہو جاتا ہے اور وہ منتر تھا اطرق کرا اطرق کرا انّ النعامة فی القریٰ، یعنی اے کرا پرندے گردن جھکا دے اے کرا پرندے گردن جھکا دے۔بے شک شتر مرغ کا شکار کر کے اس کو گاؤں میں پہنچا دیا گیا ہے جبکہ وہ تجھ سے طاقتور ہے۔

ترجمہ:

اور شاذ ہے اصبح لیل اور افتد مخنوق اور اطرق کرا۔

وقد يحذف ۔۔۔۔۔اسجدوا۔

یہاں سے مصنفؒ نے منادی کی حذفیت کا حکم ذکر فرمایا ہے:

اگر منادی کی حذفیت پر کوئی قرینہ موجود ہو تو اس منادی کا حذف جائز ہے، جیسے: الایسجدوا اصل میں الا یا قومِ اسجدوا ہے۔اور اسکی حذفیت کا قرینہ یہ ہے کہ حرف ندا یہ اسم پر داخل ہوتا ہے نہ کہ فعل پر اور یہاں فعل پر داخل ہے۔ فعل پر داخل ہونا یہ قرینہ ہے اسم کے محذوف ہونے کا۔

ترجمہ:

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے منادی کو قرینہ کے قائم ہونے کے وقت حذفِ جوازی کے طور پر، جیسے :الا یا اسجدوا۔

مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر

والثالث :ما۔۔۔۔۔۔۔ حبست عليه۔

یہاں سے مصنفؒ نے حذف وجوبی کے مقام ثالث کو ذکر فرمایا ہے اور وہ مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے:

مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کی تعریف:

مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر اس اسم کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہو کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل کے عمل کو اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں ختم کر کے اس فعل یا شبہ فعل یا انکے کسی مناسب کو اگر اس اسم پر داخل کر دیا جائے تو وہ اس اسم کو نصب دیتا ہو۔

مثالیں:

۱۔زیدا ضربته:

یہ مثال اس فعل کی ہے جو اسم مذکور کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم مذکورہ میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے۔اگر ضمیر میں اس کے عمل کو ختم کر کے اس کو اسم مذکور پر داخل کر دیا جائے تو یہ اسم مذکور کو نصب دے گا مفعول بہ ہونے وجہ سے۔

۲۔زیدا مررت به :

یہ مثال اس فعل کی ہے جو اسم مذکور کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم مذکور میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے۔اگر ضمیر میں اس کے عمل کو ختم کر کے اس کے ہم معنی فعل یعنی جاوزت کو اسم مذکور پر داخل کر دیا جائے تو وہ اسم مذکور کو نصب دے گا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے۔

۳۔زیدا ضربت غلامه:

یہ مثال اس فعل کی ہے جو اسم مذکور کے متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم مذکور میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے اگر متعلق میں اس کے عمل کو ختم کر کے اس کے لازم مساوی یعنی اھنت کو اسم مذکور پر داخل کر دیا جائے تو وہ اسم مذکور کو نصب دے گا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے۔

زیدا حسبت علیه:

یہ مثال اس فعل کی ہے جو اسم مذکور کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے اسم مذکور میں عمل کرنے سے اعراض کر رہا ہے۔ اگر ضمیر میں اس کے عمل کو ختم کر کے اس کے لازم مساوی یعنی لابست کو اسم مذکور پر داخل کر دیا جائے تو وہ اسم مذکور کو نصب دے گا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے۔

ترجمہ:

اور تیسرا مقام مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے۔ اور وہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل ہو وہ اس (اسم) سے اعراض کر رہا ہو اسکی ضمیر یا اسکے متعلق کی وجہ سے اگر مسلط کر دیا جائے اس پر اس (فعل یا شبہ فعل) کو یا اس کے مناسب کو تو وہ اسکو نصب دیتا ہو، جیسے: زیدا۔۔۔ حسبت علیہ۔

ینصب بفعل۔۔۔۔۔ لابست۔

یہاں سے مصنفؒ نے اسم مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے عامل ناصب کو ذکر فرمایا ہے:

راجح قول کے مطابق اسکا عامل ناصب وہ فعل محذوف ہے جس کے بعد والا فعل تفسیر کر رہا ہے۔

ترجمہ:

اسکو منصوب پڑھا جائے گا اس فعل محذوف کی وجہ سے جس کی تفسیر کر رہا ہو اس کا مابعد یعنی ضربت ۔۔۔۔۔لا بست۔

ویختار الرفع۔۔۔۔۔۔۔ خلقناہ بقدر۔

یہاں سے مصنفؒ نے اسم مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کا اعراب بیان فرمایا ہے:

اسکے اعراب کی پانچ صورتیں ہیں:

۱۔ اختیار رفع یعنی اس پر رفع اور نصب دونوں جائز ہوں لیکن رفع افضل ہو۔

۲۔ اختیار نصب یعنی اس پر نصب اور رفع دونوں جائز ہوں لیکن نصب افضل ہو۔

۳۔ تساوی رفع و نصب یعنی اس پر رفع اور نصب دونوں جائز ہوں برابر درجہ میں۔

۴۔ وجوب نصب یعنی اس پر نصب پڑھنا واجب ہے۔

۵۔ وجوب رفع یعنی اس پر رفع پڑھنا واجب ہے۔

پہلی صورت یعنی اختیار رفع کی وضاحت: دو صورتوں میں اسم مذکور پر رفع پڑھنا افضل ہے:

۱۔رفع کاقرینہ توموجود ہولیکن رفع سے خلاف نصب کاقرینہ موجود نہ ہو، جیسے: زيد ضربته یہاں رفع کاقرینہ تو موجود ہے کیونکہ زید کلام کی ابتدا میں ہے اور کلام کی ابتدامیں جواسم واقع ہو وہ عموما مبتداء ہوتا ہے لیکن نصب کا کوئی قرینہ موجود نہیں۔

۲۔رفع اور نصب دونوں کاقرینہ موجود ہو لیکن رفع کاقرینہ نصب کے قرینہ سے اقویٰ ہواور یہ دو صورتوں میں ہوتا ہے۔

۱۔اسم مذکوراَمّا کے بعد واقع ہواور بعد والا جملہ انشائیہ کی بجائے جملہ خبریہ ہو، جیسے: لقيت القوم فاما زيد اكرمته۔اس صورت میں رفع کاقرینہ اقویٰ ہونے کی وجہ سے اسم مذکور پر رفع پڑھنا افضل ہے کیونکہ اما کے بعد والا اسم اکثر مبتداء واقع ہوتا ہے۔

۲۔اسم مذکوراذا مفاجائیہ کے بعد واقع ہو، جیسے: خرجت فاذا زید یضربہ عمرو۔اس صورت میں رفع کاقرینہ اقویٰ ہونے کی وجہ سے اسم مذکور پر رفع پڑھنا افضل ہے کیونکہ اذا مفاجائیہ کے بعد والا جملہ اکثر اسمیہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی اختیار نصب کی وضاحت:

آٹھ صورتوں میں اسم مذکور پر نصب پڑھنا افضل ہے:

۱۔اسم مذکور کا عطف کسی جملہ فعلیہ پر ہو اس صورت میں اسم مذکور سے پہلے فعل کو محذوف مان کر اس پر نصب پڑھنا افضل ہو گا تاکہ معطوف علیہ اور معطوف میں مطابقت پیدا ہو جائے، جیسے: خرجت فزيدا لقيته۔

۲۔اسم مذکور حرف نفی کے بعد واقع ہو، جیسے: ما زيدا ضربته۔

۳۔اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہو، جیسے: أزيدا ضربته۔

۴۔اسم مذکوراذا شرطیہ کے بعد واقع ہو، جیسے: اذا زيدا ضربته اضربک۔

۵۔اسم مذکور حیث کے بعد واقع ہو، جیسے: حيث زيدا اكرمه۔

فائدہ: گزشتہ چاروں صورتوں میں اسم مذکور پر نصب پڑھنا افضل ہے کیونکہ یہ چاروں کلمات اکثر فعل پر داخل ہوتے ہیں۔

۶۔اسم مذکورامر سے پہلے واقع ہو، جیسے: زيدا اضربه۔

۷۔اسم مذکور نہی سے پہلے واقع ہو، جیسے: زيدا لا تضربه۔

فائدہ: گزشتہ دو صورتوں میں اسم مذکور پر نصب پڑھنا افضل ہے کیونکہ اگر اس پر رفع پڑھا جائے تو یہ مبتداء ہو گا اور بعد والا جملہ اسکی خبر ہو گا حالانکہ جملہ انشائیہ بغیر تأویل کے خبر نہیں بن سکتا۔

۸۔اسم مذکور پر رفع پڑھنے کی صورت میں مفسر کا صفت کے ساتھ التباس لازم آتا ہو، جیسے: انا كل شیء خلقناه بقدر، کل شیء پر، اگر نصب پڑھی جائے تو اس سے مقصد حاصل ہوں گے۔

۱۔ہر چیز کے خالق اللہ ہیں۔

۲۔اللہ نے ہر چیز کو خاص اندازے سے پیدا کیا ہے اور اگر رفع پڑھا جائے تو اس سے پہلا مقصد حاصل نہیں ہو گا بلکہ صرف دوسرا مقصد حاصل ہو گا اور پھر رفع پڑھنے کی صورت میں مفسر کا صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا جس سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ بعض چیزوں کے خالق اللہ نہیں ہیں۔

ترجمہ:

اور رفع کو ترجیح دی جائے گی مبتداء ہونے کی وجہ سے اس رفع کے خلاف قرینہ نہ ہونے کے وقت یا اس سے مضبوط قرینہ کے پائے جانے کے وقت ،جیسے :(لفظ)امّا جملہ خبریہ کے ساتھ اور اذا جو مفاجات کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

اور ترجیح دی جائے گی نصب کو جملہ فعلیہ پر عطف کی صورت میں مطابقت پیدا کرنے کی وجہ سے ،اور حرف نفی،اور استفہام اور اذا شرطیہ اور حیث کے بعد اور امر اور نہی میں اس لئے کہ یہ فعل کے مواقع ہیں اور مفسر کے صفت کے ساتھ التباس کے خوف کے وقت ،جیسے :انّا کل شیء خلقنا بقدر۔

ویستوی الامران۔۔۔۔۔ أکرمته۔

یہاں سے مصنفؒ نے تیسری صورت یعنی تساوی رفع و نصب کی وضاحت بیان فرمائی ہے:

ہر وہ مقام جہاں اسم مذکور کا عطف ایسے جملہ اسمیہ پر ہو جس کی خبر جملہ فعلیہ ہو ایسی صورت میں اسم مذکور پر رفع اور نصب دونوں برابر درجہ میں جائز ہوں گے۔رفع پڑھنے کی صورت میں اسکا عطف جملہ کبری یعنی معطوف علیہ جملہ اسمیہ پر ہو گا نصب پڑھنے کی صورت میں اس کا عطف جملہ صغری یعنی جملہ فعلیہ پر ہو گا، جیسے :زید قام و عمروا اکرمته۔

ترجمہ:

اور برابر ہیں دونوں اعراب زید قام و عمروا اکرمتہ جیسی مثالوں میں۔

ویجب النصب ۔۔۔۔۔۔۔ وألا زیدا ضربته۔

یہاں سے مصنفؒ نے چوتھی صورت میں یعنی وجوبِ نصب کی وضاحت ذکر فرمائی ہے:

دو صورتوں میں اسمِ مذکور پر نصب پڑھنا واجب ہے:

۱۔اسمِ مذکور حرف شرط کے بعد واقع ہو۔ جیسے :ان زیدا ضربتہ ضربک۔

۲۔اسمِ مذکور حرف تخضیض کے بعد واقع ہو۔ جیسے :الا زیدا ضربتہ۔

فائدہ: مذکورہ دونوں صورتوں میں اسمِ مذکور پر نصب پڑھنا اس لئے واجب ہے کہ حرف شرط اور حرف تحضیض یہ ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں لیکن یہاں یہ اسم پر داخل ہیں اسم پر ان کا داخل ہونا ان کے بعد فعل کے محذوف ہونے کی دلیل ہے۔

ترجمہ:

اور واجب ہے نصب حرف شرط اور حرف تحضیص کے بعد۔ جیسے: ان زیدا۔۔۔اور الا زیدا ضربتہ۔

ولیس أزید۔۔۔۔۔ النصب۔

یہاں سے مصنفؒ نے پانچویں صورت یعنی وجوب رفع کی وضاحت بیان فرمائی ہے:

تین صورتوں میں اسمِ مذکور پر رفع پڑھنا واجب ہے:

ا۔ ہر وہ مقام جہاں اسمِ مذکور ہمزہ استفہام کے بعد واقع ہو اور اس کو ما اضمر عاملہ علیٰ شریطۃ التفسیر نہ بنایا جاسکتا ہو۔ جیسے: ازید ذهب به۔

اس مثال پر رفع پڑھنا واجب ہے کیونکہ اس کو اسم مذکور نہیں بنایا جاسکتا۔ اسم مذکور وہ اسم بن سکتا ہے۔ جس کے بعد والے فعل کے عمل کو ضمیر میں ختم کر کے اگر اس کو اسم مذکور پر داخل کر دیا جائے وہ اسم مذکور کو نصب دیتا ہے اور یہاں بعد والے فعل میں یہ بات موجود نہیں کیونکہ بعد والے فعل کے عمل کو ضمیر میں ختم کر کے اگر اس کو اسم مذکور پر داخل کیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

ا۔ بعد والے فعل کو اسم مذکور پر داخل کیا جائے حرف جر سمیت اس صورت میں زید حرف جر کی وجہ سے مجرور ہوگا۔

۲۔ بعد والے فعل کو اسم مذکور پر داخل کیا جائے حرف جر کے بغیر اس صورت میں زید مرفوع ہوگا فاعل ہونے کی وجہ سے۔

۲۔ ہر وہ مقام جہاں اسم مذکور پر نصب پڑھنے کی صورت میں معنوی خرابی لازم آتی ہو وہاں اسم مذکور پر رفع پڑھنا واجب ہے، جیسے: کل شیء فعلوا ہ فی الزبر۔ اس مثال میں کل شیء پر رفع پڑھنے کی صورت میں معنی ہوگا ہر وہ کام جس پر لوگوں نے عمل کیا ہے وہ نامۂ اعمال میں درج ہے اور یہ معنی صحیح ہے اور نصب پڑھنے کی صورت میں معنی ہوگا ہر کام پر لوگوں نے عمل کیا ہے نامۂ اعمال میں اور یہ معنی صحیح نہیں ہے کیونکہ نامۂ اعمال عمل کرنے کی جگہ نہیں۔

۳۔ ہر وہ مقام جہاں اسم مذکور پر رفع پڑھنے کے بارے میں قراء سبعہ کا اتفاق ہو وہاں اسم مذکور پر رفع پڑھنا واجب ہے، جیسے: الزانیة والزانی فا جلدوا کل واحد منهما مائة جلدة۔

فائدہ: مذکورہ آیت کے بارے میں امام مبردؒ اور امام سیبویہؒ کا اختلاف ہے۔

امام مبردؒ کا مذھب: ان کے نزدیک یہ پوری آیت ایک ہی جملہ ہے۔الزانیۃ والزانی کے شروع میں الف،لام الذی اسم موصول کے معنی میں ہے بعد والا اسم فاعل اس کا صلہ ہے اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتداء ہے اور شرط کے معنی کو متضمن ہے اور بعد والا جملہ اس کی خبر ہے اور جزاء کے قائم مقام ہے۔

امام سیبویہؒ کا مذھب: ان کے نزدیک یہ دو مستقل جملے ہیں۔اصل عبارت ہے،حکم الزانیة والزانی فیما یتلی علیکم ان ثبت زنا ھما فا جلدوا کل واحد منھما مائة جلدة۔

فائدہ: اگر مذکورہ دو مذھبوں میں سے کسی کو اختیار نہ کیا جائے تو اسم مذکور پر نصب پڑھنا افضل ہوگا لیکن نصب پڑھنے کی صورت میں قراء سبعہ کی مخالفت لازم آئے گی اس لئے مذکورہ دونوں مذھبوں میں سے کسی کو اختیار کرکے اس رفع پڑھنا ضروری ہوگا۔

ترجمہ:

اور نہیں ہے أزید ذھب بہ اس اسم مذکور میں سے پس رفع واجب ہے اور ایسے ہی کل شیءفی الزبر میں اور جیسے فا شرط کے معنی میں ہے امام مبردؒ کے نزدیک اور دو جملے ہیں امام سیبویہؒ کے نزدیک،و گرنہ نصب افضل ہے۔

تحـذیر

الرابع التحذیر۔۔۔۔۔ تقدیر من۔

یہاں سے مصنفؒ نے حذف وجوبی کا چوتھا مقام ذکر فرمایا ہے اور وہ ہے تحذیر:

تحذیر کا لغوی معنی: ڈرانا۔

اصطلاحی تعریف:

تحذیر اس اسم کو کہتے ہیں جو اتق یا اس کے ہم معنی کسی فعل مقدر کا معمول ہو اور اسکو ما بعد سے ڈرایا گیا ہو۔

اصطلاحات: ڈرانے والے کو محذِّر اور جس کو ڈرایا جائے اسکو محذَّر اور جس سے ڈرایا جائے اسکو محذر منہ اور ڈرانے کو تحذیر کہتے ہیں۔

تحذیر کی صورتیں: اسکی دو صورتیں ہیں:

۱۔ محذر اور محذر منہ دونوں کلام میں مذکور ہوں جیسے: ایاک والاسد،ایاک وان تحذف۔

۲۔ محذر تو کلام میں مذکور نہ ہو لیکن محذر منہ کلام میں مکرر مذکور ہو،جیسے: الطریق الطریق،اصل میں اتق الطریق الطریق ہے۔

اشکال: مصنفؒ نے پہلی صورت کی دو مثالیں کیوں ذکر فرمائیں؟

جواب: دو مثالیں ذکر فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ محذر منہ اسم حقیقی بھی ہو سکتا ہے اسم تاویلی بھی۔ پہلی مثال اسم حقیقی کی ہے اور دوسری مثال اسم تاویلی کی ہے۔

فائدہ: محذر منہ میں عقلا کل آٹھ احتمال ہیں:

۱۔ اس کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ ہو اور وہ اسم حقیقی ہو، جیسے: ایاک والاسد۔

۲۔ اسکا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو اور وہ اسم حقیقی ہو، جیسے: ایاک الاسد۔

۳۔ اسکا استعمال من مذکور کے ساتھ ہو اور وہ اسم حقیقی ہو، جیسے: ایاک من الاسد۔

۴۔ اسکا استعمال من محذوف کے ساتھ ہو اور وہ اسم حقیقی ہو، جیسے: ایاک الاسد۔

۵۔ اس کا استعمال واؤ مذکور کے ساتھ ہو اور وہ اسم تاویلی ہو، جیسے: ایاک وان تحذف۔

۶۔ اس کا استعمال واؤ محذوف کے ساتھ ہو اور وہ اسم تاویلی ہو، جیسے: ایاک ان تحذف۔

۷۔ اسکا استعمال من مذکور کے ساتھ ہو اور وہ اسم تاویلی ہو، جیسے: ایاک من ان تحذف۔

۸۔ اسکا استعمال من محذوف کے ساتھ ہو اور وہ اسم تاویلی ہو، جیسے: ایاک ان تحذف۔

فائدہ: مذکورہ آٹھ صورتوں میں سے صورت نمبر دو، نمبر چار، نمبر چھ، یہ باطل ہیں اور باقی پانچ صورتیں جائز ہیں۔

ترجمہ:

چوتھا مقام تحذیر ہے اور یہ معمول بنتا ہے اتق کو مقدر ماننے کی صورت میں اس حال میں کہ اس کو ڈرایا جاتا ہے اس کے مابعد سے یا ذکر کر دیا جاتا ہے دو بار، جیسے: ایاک والاسد، اور ایاک وان تحذف، اور الطریق الطریق، اور آپ پڑھ سکتے ہیں ایاک ان تحذف من کو مقدر ماننے کی صورت میں اور نہیں پڑھ سکتے آپ ایاک الاسد من کے مقدر ماننے کے ممنوع ہونے کی وجہ سے۔

مفعول فیہ

المفعول فيه: هو ------- بالجهات الستة۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول فیہ کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

مفعول فیہ کی تعریف:

مفعول فیہ اس زمان یا مکان کو کہتے ہیں جس میں فعل مذکور واقع ہو۔ اگر فعل مذکور زمان میں واقع ہو تو اس کو ظرف زمان اور اگر مکان میں واقع ہو تو اسکو ظرف مکان کہتے ہیں جیسے: نمت اللیل ،جلست فی المسجد۔

ظرف زمان و مکان کی تقسیم: ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں محدود اور مبہم تو کل چار صورتیں بن جاتی ہیں:

۱۔ ظرف زمان محدود ۲۔ ظرف زمان مبہم

۳۔ ظرف مکان محدود ۴۔ ظرف مکان مبہم

۱۔ ظرف زمان محدود کی تعریف:

ظرف زمان محدود اس ظرف کو کہتے ہیں جو وقت پر دلالت کرتی ہو اور اس کی حد متعین ہو جیسے: لیل، نھار، شھر، سنۃ۔

۲۔ ظرف زمان مبہم کی تعریف:

ظرف زمان مبہم اس ظرف کو کہتے ہیں جو وقت پر دلالت کرتی ہو اور اس کی حد متعین نہ ہو، جیسے: دھر، حین۔

۳۔ ظرف مکان محدود کی تعریف:

ظرف مکان محدود اس ظرف کو کہتے ہیں جو جگہ پر دلالت کرتی ہو، جیسے: مسجد، دار۔

۴۔ ظرف مکان مبہم کی تعریف:

ظرف مکان مبہم اس ظرف کو کہتے ہیں جو جگہ پر دلالت کرتی ہو اور اس کی حد متعین ہو، جیسے: جہات ستہ یعنی امام، خلف، فوق، تحت، یمین، شمال۔

مفعول فیہ کا عامل ناصب:

ظرف زمان محدود اور ظرف زمان مبہم اور ظرف مکان مبہم یہ تینوں اقسام منصوب بنزع الخافض ہوتی ہیں یعنی ان کے شروع میں فی حرف جر مقدر ہوتا ہے اور ظرف مکان محدود اس کے شروع میں فی حرف جر مذکور ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ لفظا مجرور ہوتی ہے ، جیسے: جلست فی المسجد۔

ترجمہ:

مفعول فیہ وہ زمان یا مکان ہے جس میں فعل مذکور کو کیا گیا ہو اور اس کے منصوب ہونے کی شرط فی کو مقدر ماننا ہے۔ اور تمام کی تمام ظروف زمان اس

کو قبول کرتی ہیں اور ظروف مکان اگروہ مبہم ہوں تو وہ اس کو قبول کرتی ہیں وگرنہ نہیں۔اور مبہم کی تفسیر کی گئی ہے جہات ستہ سے۔

وحمل عليه۔۔۔۔۔۔۔ التفسير۔

یہاں سے مصنفؒ نے تین فائدے ذکر فرمائے ہیں:

فائدہ نمبر ۱۔ عند،لدی،دون،سویٰ ان کا حکم ظرف مکان مبہم والا ہے کیونکہ یہ ظرف مکان مبہم کے ساتھ ابہام میں شریک ہیں۔

فائدہ نمبر ۲۔ لفظ مکان اور جمہور حضرات کے نزدیک دخلت کے مابعد کا حکم بھی ظرف مکان مبہم والا ہے یعنی اس کو شروع میں فی حرف جر کو مقدر مان کر ان کو منصوب پڑھا جائے گا۔

فائدہ نمبر ۳۔ مفعول فیہ کا عامل ناصب کبھی محذوف ہوتا ہے جس کے بعد والا فعل تفسیر کر رہا ہوتا ہے، جیسے: یوم الجمعۃ صمت فیہ، اصل عبارت صمت یوم الجمعۃ صمت فیہ ہے۔

ترجمہ:

اور اسی پر محمول کر لیا جائے گا عند اور لدی اور ان جیسے کلمات کو ان کے ابہام کی وجہ سے اور لفظ مکان کو اسکی کثرت کی وجہ سے اور دخلت کو راجح قول کے مطابق اور منصوب پڑھا جا سکتا ہے اس کو عامل کی وجہ سے تفسیر کی شرط پر۔

مفعول لہ

المفعول له ۔۔۔۔۔۔۔ الوجود۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول لہ کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

مفعول لہ کی تعریف:

مفعول لہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کو حاصل کرنے کے لئے یا جس کے پائے جانے کی وجہ سے فعل مذکور واقع ہو جیسے: ضربته تأديبا،قعدت عن الحرب جبنا۔

مفعول لہ کے عامل ناصب کی تعیین:

جمہور حضرات کے نزدیک یہ منصوب بنزع الخافض ہوتا ہے یعنی اس کے شروع میں لام حرف جر مقدر ہوتا ہے۔ضربته تأديبا، اصل میں ضربته للتأديب تھا اور قعدت عن الحرب جبنا، اصل میں قعدت عن الحرب للجبن تھا۔

امام زجاجؒ کے نزدیک یہ منصوب ہوتا ہے فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک ضربته تأ ديبا، اصل میں ادبته بالضرب تأديبا اور قعدت عن الحرب جبنا ، اصل میں جبنت فی القعود عن الحرب جبنا تھا۔

محمد سلیم (کمپوزر):0314-3492446

تقدیر لام کی شرائط:اس کی دو شرطیں ہیں دونوں یاان میں سے کسی ایک شرط کے نہ پائے جانے کی صورت میں حرف جر لام کو مقدر ماننا جائز نہیں ہوگا بلکہ اس کو ذکر کرنا ضروری ہوگا۔

۱۔مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہوا گر مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا نہ فعل ہو تو اس صورت میں لام حرف جر کو ذکر کرنا ضروری ہوگا جئتک للثمن۔

۲۔مفعول لہ اور فعل معلل بہ دونوں کے وقوع کا زمانہ ایک ہوا گر دونوں کے وقوع کا زمانہ مختلف ہو تو اس صورت میں لام حرف جر کو ذکر کرنا ضروری ہوگا،جیسے:اکرمتک الیوم لوعدی بذالک امس۔

ترجمہ:

مفعول لہ وہ اسم ہے جس کی وجہ سے کیا گیا ہے فعل مذکور کو،جیسے:ضربته تأديبا ،اورقعدت عن الحرب جبنا۔امام زجاجؒ سے اختلاف فرماتے ہوئے بے شک یہ ان کے نزدیک مفعول مطلق ہوتا ہے اور اس کے منصوب ہونے کی شرط لام کو مقدر ماننا ہے اور بے شک جائز ہے۔اس (لام مقدر) کا حذف جب وہ مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو اور اسکے ساتھ وجود میں متصل ہو۔

مفعول معہ

المفعول معه: هو------- ماتصنع۔

یہاں سے مصنفؒ نے مفعول معہ کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

مفعول معہ کی تعریف:

مفعول معہ اس اسم کو کہتے ہیں جو ایسی واؤ بمعنی مع کے بعد واقع ہو جو واؤ اس بات پر دلالت کرتی ہو کہ میرا مابعد میرے ماقبل والے فعل کے معمول کے ساتھ حکم میں شریک ہیں خواہ ماقبل والا فعل فعل لفظی ہو،جیسے:جاء البرد والجبات،خواہ فعل معنوی ہو جیسے:ما لک وزیدا،اس مثال میں لفظی ما یہ تصنع فعل کے معنی میں ہے۔

مفعول معہ کا اعراب:

فائدہ نمبرا۔جب کسی اسم ظاہر کا ضمیر مرفوع متصل پر عطف کیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لائی گئی ہو جیسے:جئت انا وزید۔

۲۔ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید نہ لائی گئی ہو جیسے:جئت وزید۔

پہلی صورت میں عطف جائز اور دوسری صورت میں عطف ناجائز ہے۔

فائدہ نمبر ۲۔جب کسی اسم ظاہر کا ضمیر مجرور متصل پر عطف کیا جائے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

۱۔معطوف پر حرف جر کا اعادہ کیا گیا ہو جیسے:مررت به وبزيد۔

۲۔معطوف پر حرف جر کا اعادہ نہ کیا گیا ہو جیسے:مررت به وزيد۔

پہلی صورت میں عطف جائز اور دوسری صورت میں عطف ناجائز ہے۔

مفعول معہ کا اعراب:مفعول معہ کے عامل کی دو صورتیں ہیں:

اس کا عامل لفظی ہو۔ اس کا عامل معنوی ہو۔

پہلی صورت کا حکم:اگر اس کا عامل لفظی ہو تو اسکی دو صورتیں ہیں:

۱۔مفعول معہ کا ما قبل پر عطف جائز ہو جیسے:جئت انا وزيدا۔

۲۔مفعول معہ کا ما قبل پر عطف جائز نہ ہو۔

پہلی صورت میں مفعول معہ پر رفع اور نصب دونوں جائز ہیں اور دوسری صورت میں مفعول معہ پر نصب پڑھنا واجب ہے۔

دوسری صورت کا حکم:اس کی بھی دو صوتیں ہیں:

۱۔اسکا ما قبل پر عطف جائز ہو جیسے:ما لزيد وعمروا اس صورت میں اس پر معطوف علیہ والا اعراب پڑھنا واجب ہے۔

۲۔اسکا ما قبل پر عطف جائز نہ ہو جیسے:مالك وزيدا،ماشأنك وعمروا۔اس صورت میں اس پر نصب پڑھنا واجب ہے۔

ترجمہ:

مفعول معہ وہ اسم ہے جو واؤ کے بعد مذکور ہو فعل لفظی یا معنوی کے معمول کی شراکت کی وجہ سے پس اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو دو صورتیں جائز ہیں جیسے:۔۔۔۔۔ و گرنہ نصب متعین ہو گی۔اور اگر وہ فعل معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہو گا و گرنہ نصب متعین ہو گی اس لئے کہ ما کا معنی ہے تصنع۔

حال

الحال: ما۔۔۔۔۔هذا زيد قائما۔

یہاں سے مصنفؒ نے منصوبات میں سے حال کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

حال کی تعریف:

حال اس لفظ کو کہتے ہیں جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت کو بیان کرتا ہو۔ جس فاعل یا مفعول بہ کی حالت کو بیان کیا جائے اس کو ذوالحال کہتے ہیں۔

جیسے: ضربت راکبا، جاء نی زید، زیدا مشدودا، ضربت زیدا راکبین۔

ذوالحال کی کیفیت: ذوالحال کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ لفظی حقیقی؛ جیسے: ضربت زیدا قائما۔

۲۔ لفظی حکمی؛ جیسے: زید فی الدار قائما۔

اس مثال میں قائما یہ فی الدار کے متعلق حاصل کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

۳۔ معنوی؛ جیسے: ھذا زید قائما۔ اس مثال میں قائما یہ حال ہے ھذا کے معنی اشیر کی ضمیر فاعل سے۔

ترجمہ:

حال وہ لفظ ہے جو بیان کرتا ہو لفظی یا معنوی فاعل یا مفعول بہ کی حالت کو جیسے: ضربت زیدا قائما اور زید فی الدار قائما اور ھذا زید قائما۔

وعاملھا۔۔۔ معناہ۔

یہاں سے مصنفؒ نے حال کے عامل ناصب کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

اس کا عامل ناصب تین قسم کا ہو سکتا ہے؛

۱۔ فعل؛ جیسے: ضربت زیدا قائما۔

۲۔ شبہ فعل؛ جیسے: زید ذاھب راکبا۔

۳۔ معنی فعل؛ جیسے: ھذا زید قائما۔

ترجمہ:

اور اس کا عامل فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل ہوتا ہے۔

وشرطھا۔۔۔ وجب تقدیمھا۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول اور اس اصول پر واقع ہونے والے اعتراض اور اس کے جوابات کو ذکر فرمایا ہے:

اصول: حال ہمیشہ نکرہ اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے۔ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی ذوالحال پر تقدیم واجب ہے۔ جیسے: جاءنی راکبا رجل۔

تقدیم کی وجہ:

اگر ذوالحال کے نکرہ ہونے کی صورت میں حال کی ذوالحال پر تقدیم کو واجب قرار نہ دیا جائے تو حالت نصب میں حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم آئے گا۔ جیسے: رأیت رجلا راکبا۔

اعتراض: آپ نے کہا ہے کہ حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے جبکہ واسلھا العراک میں العراک اور مررت بہ وحدہ میں وحدہ حال ہے۔ اور نکرہ ہونے کی بجائے معرفہ ہے؟

جواب نمبر ا: مذکورہ دونوں مثالوں میں العراک اور وحدہ دونوں معرفہ کی بجائے نکرہ ہیں کیونکہ العراک کے شروع میں الف لام زائدہ ہے اور وحدہ یہ متوحدا کے معنی میں ہے۔

جواب نمبر ۲: مذکورہ دونوں مثالوں میں العراک اور وحدہ یہ دونوں حال ہونے کی مفعول مطلق ہیں فعل محذوف کی اصل عبارت ہے وارسلھا تعترک العراک اور مررت بہ ینفرد منفردا۔

فائدہ: وارسلھا العراک یہ جملہ لبید شاعر کے شعر کا ایک ٹکڑا ہے مکمل شعر ہے:

وارسلھا العراک ولم یزدھا

ولم یشفق علی نغص الدخال

شعر کا ترجمہ: اور مذکر نیل گائے نے مؤنث گائیوں کو چھوڑ دیا اس حال میں کہ وہ رش کرنے والیاں تھیں اور اس نے ان کو نہیں روکا

اور اس نے خطرہ محسوس نہیں کیا مکمل سیراب نہ ہو سکنے کا۔

شعر کا پس منظر: ایک مرتبہ لبید شاعر نے پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھ کر دیکھا کہ مؤنث نیل گائیاں ایک دوسرے کو دھکا دیتے ہوئے اور رش کرتے ہوئے پانی پر برس پڑیں اور مذکر نیل گائے نے ان کو اس حرکت سے نہیں روکا بلکہ الگ ہو کر ان کی نگرانی کے لیے کھڑا ہو گیا تاکہ کوئی شکاری ان کا شکار نہ کرلے۔ یہ منظر دیکھ کر لبید شاعر نے یہ شعر کہا۔

ترجمہ:

اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ حال نکرہ ہو اور اس کا ذوالحال اکثر معرفہ ہو اور ارسلھا العراک اور مررت بہ وحدہ اور اس جیسی مثالیں تاویل شدہ ہیں۔ پس اگر ہو اس کا ذوالحال نکرہ تو واجب ہو گا اس (حال) کو مقدم کرنا۔

ولا یتقدم۔۔۔۔ علی الاصح۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے:

اصول اگر حال کا عامل عامل معنوی ہو تو حال کی اپنے عامل پر تقدیم ناجائز ہے کیونکہ عامل معنوی یہ عامل ضعیف ہوتا ہے جو اپنے مؤخر معمول میں تو عمل کرتا ہے مقدم معمول میں عمل نہیں کرتا۔ البتہ اگر حال ظرف ہو تو اس کی اپنے عامل معنوی پر تقدیم جائز ہے کیونکہ ظرف میں غیر ظرف کے مقابلہ میں وسعت زیادہ ہوتی ہے۔

فائدہ: اگر ذوالحال مجرور ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ مجرور باضافت ۲۔ مجرور بحرف جر

پہلی صورت کا حکم: اس صورت میں حال کی ذوالحال پر تقدیم بالاتفاق ناجائز ہے۔

دوسری صورت کا حکم: اس میں اختلاف ہے۔ جمہور حضرات کے نزدیک اس صورت میں بھی حال کی ذوالحال پر تقدیم ناجائز ہے اور کوفیوں کے نزدیک اس صورت میں حال کی ذوالحال پر تقدیم جائز ہے۔

جمہور حضرات کی دلیل: حال اپنے وجود میں ذوالحال کے تابع اور اس کی فرع شمار ہوتا ہے جس طرح مضاف الیہ کی اپنے مضاف پر اور مجرور کی حرف جر پر تقدیم ناجائز ہے تو ان فرع کی بھی ان پر تقدیم ناجائز ہو گی۔

ترجمہ:

اور وہ حال مقدم نہیں ہو سکتا ہے اپنے عامل معنوی پر بخلاف ظرف کے اور نہ مجرور پر راجح قول کے مطابق۔

وكل مادل۔۔۔۔ منه رطبا۔

یہاں سے مصنفؒ نے بعض حضرات کے مذہب کی تردید ذکر فرمائی ہے:

بعض حضرات کا مذہب:

اسم مشتق تو حال واقع ہو سکتا ہے لیکن اسم جامد حال واقع نہیں ہو سکتا۔

تردید: بعض حضرات کا یہ مذہب درست نہیں بلکہ ہر وہ لفظ جو کسی حالت پر دلالت کرتا ہو وہ حال واقع ہو سکتا ہے خواہ وہ اسم مشتق ہو یا اسم جامد ہو جیسے: هذا بسرا أطيب منه رطبا۔ اس مثال میں بسرا اور رطبا دونوں حال ہیں جبکہ دونوں اسم مشتق کی بجائے اسم جامد ہیں۔

ترجمہ:

اور ہر وہ لفظ جو دلالت کرتا ہو کسی حالت پر صحیح ہے اس کا حال واقع ہونا جیسے: هذا بسرا أطيب منه رطبا۔

وقد تكون۔۔۔ أو بأحدهما۔

یہاں سے مصنفؒ نے جملہ کے حال واقع ہونے کا حکم ذکر فرمایا ہے:

جملہ کے حال واقع ہونے کا حکم:

جملہ کی دو قسمیں ہیں: ۱۔جملہ انشائیہ ۲۔جملہ خبریہ

جملہ انشائیہ بالاتفاق حال واقع نہیں ہو سکتا اور جملہ خبریہ حال واقع ہو سکتا ہے بشرطیکہ حال اور ذوالحال میں کوئی رابطہ مذکور ہو پھر رابطہ تین قسم کا ہو سکتا ہے؛

۱۔واؤاور ضمیر دونوں ۲۔صرف واؤ ۳۔صرف ضمیر

تفصیل:

اگر جملہ خبریہ حال واقع ہو۔اس کی پانچ صورتیں ہیں:

۱۔وہ جملہ خبریہ جملہ اسمیہ کی صورت میں ہو۔

۲۔وہ جملہ خبریہ جملہ فعلیہ فعل مضارع مثبت کی صورت میں ہو۔

۳۔وہ جملہ خبریہ جملہ فعلیہ فعل مضارع منفی کی صورت میں ہو۔

۴۔وہ جملہ خبریہ جملہ فعلیہ فعل ماضی مثبت کی صورت میں ہو۔

۵۔وہ جملہ خبریہ جملہ فعلیہ فعل ماضی منفی کی صورت میں ہو۔

پہلی صورت کا حکم:

اگر حال جملہ خبریہ جملہ اسمیہ کی صورت میں ہو تو اس وقت حال اور ذوالحال میں رابطہ واؤاور ضمیر دونوں یا صرف واؤ یا صرف ضمیر بھی ہو سکتی ہے۔ البتہ صرف ضمیر کا رابطہ بننا ضعیف ہے۔جیسے:جئت وانا راكب، كنت نبيا وآدم بين الماء والطين، كلمته فوه إلى فيّ۔

دوسری صورت کا حکم:

اگر حال جملہ خبریہ جملہ فعلیہ فعل مضارع مثبت کی صورت میں واقع ہو تو اس وقت حال اور ذوالحال میں رابطہ صرف ضمیر بن سکتی ہے۔جیسے: جاءنی زید یسرع۔

آخری تین صورتوں کا حکم:

ان تین صورتوں میں حال اور ذوالحال کے درمیان رابطہ تین قسم کا ہو سکتا ہے:

۱۔ واؤ اور ضمیر دونوں ۲۔ صرف واؤ ۳۔ صرف ضمیر

جملہ خبریہ فعلیہ فعل مضارع منفی کی مثالیں:

جیسے: جاءنی زید ومایتکلم غلامه، جاءنی زید ما یتکلم غلامه، جاءنی زید ومایتکلم عمرو۔

جملہ خبریہ جملہ فعلیہ فعل ماضی مثبت کی مثالیں:

جیسے: جاءنی زید وقد خرج غلامه، جاءنی زید قد خرج غلامه، جاءنی زید وقد خرج عمرو۔

جملہ خبریہ جملہ فعلیہ فعل ماضی منفی کی مثالیں:

جیسے: جاءنی زید وماخرج غلامه، جاءنی زید ماخرج غلامه، جاءنی زید وماخرج عمرو۔

ترجمہ:

اور کبھی وہ حال جملہ خبریہ ہوتا ہے پس اسمیہ واؤ اور ضمیر یا واؤ یا ضعیف قول کے مطابق ضمیر کی صورت میں ہوگا۔ اور مضارع مثبت صرف ضمیر کی صورت میں ہوگا اور ان دونوں کے علاوہ واؤ اور ضمیر یا ان میں سے ایک کی صورت میں ہوگا۔

ولابد فی الماضی المثبت۔۔۔۔ أو مقدرة۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے:

اصول: اگر فعل ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس کے شروع میں لفظ قد کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ وہ ماضی کے حال کے قریب کر دے۔ پھر قد کے موجود ہونے کی دو صورتیں ہیں؛

۱۔ قد لفظوں میں مذکور ہو جیسے: جاءنی زید قد رکب۔

۲۔ قد محذوف ہو جیسے: أو جاءوکم حصرت صرور هم، اصل میں أو جاءوکم قد حصرت صرورهم ہے۔

ترجمہ:

اور ضروری ہے ماضی مثبت میں لفظ قد مذکور ہو کر یا محذوف ہو کر۔

ويجوز حذف العامل۔۔۔۔۔جملة اسمية۔

یہاں سے مصنفؒ نے حال کے عامل کی حذفیت کا حکم ذکر فرمایا ہے:

حذف کی دو قسمیں ہیں: ۱۔حذف جوازی ۲۔حذف وجوبی

حذف جوازی کی تفصیل:

اگر حال کے عامل ناصب کی حذفیت پر کوئی قرینہ حالیہ یا قرینہ لفظیہ موجود ہو تو اس کے عامل کا حذف جائز ہے۔

قرینہ حالیہ کی مثال: سفر پر جانے والے شخص کو راشدا مهدیا کہنا۔ واشدا مهدیا کا عامل سر محذوف ہے اور اس کی حذفیت پر قرینہ ہے جانے والے شخص کی حالت۔

قرینہ لفظیہ کی مثال: کیف جئت کے جواب میں راکبا کہنا۔ اصل عبارت جئت راکبا ہے۔ اور اس کی حذفیت قرینہ ہے سائل کا سوال محقق۔

حذف وجوبی کی تفصیل:

حال کی دو قسمیں ہیں: ۱۔حال مؤکدہ ۲۔حال منتقلہ

حال مؤکدہ کی تعریف:

حال مؤکدہ اس حال کو کہتے ہیں جو وجود میں اپنے ذوالحال سے جدا نہ ہو سکتا ہو جیسے: زید ابوک عطوفا۔

حال منتقلہ کی تعریف:

حال منتقلہ اس حال کو کہتے ہیں جو وجود میں اپنے ذوالحال سے جدا ہو سکتا ہو جیسے: جاءنی زید راکبا۔

حال مؤکدہ کی صورت میں اس کے عامل کا حذف واجب ہے بشرطیکہ اس سے جملہ اسمیہ کے مضمون کی تاکید مقصود ہو جیسے: زید ابوک عطوفا، اصل عبارت زید ابوک احقہ عطوفا ہے۔ اور اگر اس سے جملہ فعلیہ کے مضمون کی تاکید مقصود ہو تو پھر اس کے عامل کا حذف واجب نہیں۔ جیسے: شهد الله أنه لااله الاهو والملئكة و ابوا العلم قائما بالقسط۔

ترجمہ:

اور جائز ہے عامل کا حذف جیسے: آپ کا کہنا سفر پر جانے والے شخص کو راشدا مهدیا۔ اور واجب ہے حال موکدہ کی صورت میں جیسے: زید ابوک عطوفا، یعنی احقہ۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ حال تاکید کر رہا ہو جملہ اسمیہ کے مضمون کی۔

تمییز

التمییز: مایرفع۔۔۔۔۔ مقدرۃ۔

یہاں سے مصنفؒ نے منصوبات میں سے تمییز کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

تمییز کی تعریف:

تمییزاس اسم نکرہ کو کہتے ہیں جو ذات مذکورہ یاذات مقدرہ سے ایسے ابہام کو دور کرتا ہو جو اس کے معنی موضوع لہ میں پختہ ہو چکا ہو۔ جس ذات مذکورہ یا ذات مقدرہ سے ابہام کو دور کیا گیا اس کو ممیز کہتے ہیں۔

تمییز کی تقسیم: اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ تمییزالذات ۲۔ تمییزالنسبۃ

تمییزالذات کی تعریف:

تمییزالذات اس تمییز کو کہتے ہیں جو ذات مذکورہ سے ابہامکو دور کرتی ہو جیسے: عندی رطل زیتا۔

تمییزالنسبۃ کی تعریف:

تمییزالنسبۃ اس تمییز کو کہتے ہیں جو ذات مقدرہ سے ابہام کو دور کرتی ہو یعنی فاعل یا مفعول کی طرف ہونی والی نسبت سے جیسے: طاب زید نفسا، وفجرنا الارض عیونا۔

ترجمہ:

تمییز وہ اسم ہے جو دور کر دیتا ہو پختہ ہونے والے ابہام کو ذات مذکورہ یا مقدرہ سے۔

فالاول عن۔۔۔۔ والخفض اکثر۔

یہاں سے مصنفؒ نے تمییزالذات کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

تفصیل: تمییزالذات اکثر مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہے اور کبھی غیر مقدار سے بھی ابہام کو دور کرتی ہے۔ یہاں مفرد سے مراد ہے جملہ، شبہ جملہ اور مضاف نہ ہونا۔ اگر یہ مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرتی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

ا۔ وہ مفرد مقدار کسی عدد کے ضمن میں ہو جیسے: عندی عشرون درھما۔

۲۔ وہ مفرد مقدار غیر عدد کے ضمن میں ہو۔ پھر اس کی کئی صورتیں ہیں:

۱۔وہ کیل کی صورت میں ہو جیسے : عندی رطل زیتا، عندی قفیزان برا۔

۲۔وہ وزن کی صورت میں ہو جیسے : عندی منوان سمنا۔

۳۔وہ مساحت (پیمائش) کی صورت میں ہو جیسے : عندی جریبان قطنا۔

۴۔وہ مقیاس (اندازہ) کی صورت میں ہو جیسے : علی التمرۃ مثلھا زبدا۔

فائدہ: تمیزالذات اگر غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے تو یہ اکثر مجرور ہوتی ہے اگرچہ نصب بھی جائز ہے جیسے: عندی خاتم حدید، عندی خاتم حدیدا۔

تمیزالذات کو مفرد، تثنیہ اور جمع ذکر کرنے کا حکم:

تمیزالذات کی دو قسمیں ہیں:

۱۔وہ جنس ہو یعنی قلیل و کثیر سب پر صادق آتی ہو جیسے : زیتا۔

۲۔وہ غیر جنس ہو یعنی قلیل و کثیر سب پر صادق نہ آتی ہو جیسے : ثوبا۔

قسم اول کا حکم:

تمیزالذات اگر جنس ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔اس سے انواع کا ارادہ نہ کیا گیا ہو۔

۲۔اس سے انواع کا ارادہ کیا گیا ہو۔

پہلی صورت میں تمیزالذات کو مفرد ذکر کیا جائے گا۔ تثنیہ اور جمع ذکر نہیں کیا جائے۔اور دوسری صورت میں تمیزالذات کو مقصود کے موافق مفرد، تثنیہ اور جمع ذکر کیا جائے گا جیسے: عندی رطل زیتا، عندی رطل زیتین، عندی رطل زیوتا۔

دوسری صورت کا حکم:

اس صورت میں تمیز کو مقصود کے موافق مفرد، تثنیہ اور جمع ذکر کیا جائے گا جیسے : عندی عدل ثوبا، عندی عدل ثوبین، عندی عدل اثوابا۔

ممیز کے تام ہونے کی صورتیں:

اس کی چار صورتیں ہیں:

۱۔ ممیز تام ہو نون جمع کی صورت میں جیسے : عندی عشرون درھما۔

۲۔ ممیز تام ہو نون تثنیہ کی صورت میں جیسے: عندی قفیزان برا۔

۳۔ ممیز تام ہو تنوین کی صورت میں جیسے: عندی رطل زیتا۔

۴۔ ممیز تام ہو اضافت کی صورت میں جیسے: علی التمرۃ مثلھا زبدا۔

حکم: پہلی اور چوتھی صورت میں اس کی مابعد کی طرف اضافت جائز نہیں۔ دوسری اور تیسری صورت میں اس کی مابعد کی طرف اضافت جائز ہے۔

ممیز کے تام ہونے کا مطلب:

اس کے تام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنی حالت پر برقرار رکھتے ہوئے اس کی مابعد کی طرف اضافت نہ ہو سکتی ہو۔

ترجمہ: پس پہلی (ابہام کو دور کرتی ہے) اکثر مفرد مقدار سے یا تو عدد کی صورت میں جیسے: عشرون درھما اور عنقریب آ جائے گی (تفصیل) اور یا غیر عدد کی صورت میں جیسے: رطل زیتا اور منوان سمنا اور قفیزان برا اور علی التمرۃ مثلھا زبدا پس اس کو مفرد ذکر کیا جائے گا۔ اگر وہ (تمیز) جنس ہو مگر یہ کہ ارادہ کیا گیا ہو انواع کا اور اس کو جمع ذکر کیا جائے گا اس (جنس) کے علاوہ کی صورت میں پھر اگر ہو وہ ممیز تنوین یا تثنیہ کی صورت میں تو اضافت جائز ہے وگرنہ نہیں اور غیر مقدار سے جیسے: خاتم حدیدا اور جر (پڑھنا) زیادہ ہے۔

والثانی عن۔۔۔۔ ودارا، وعلما۔

یہاں سے مصنفؒ نے تمییز النسبۃ کی وضاحت ذکر فرمائی ہے:

وضاحت: تمییز النسبۃ اس ابہام کو دور کرتی ہے جو جملہ فعلیہ یا شبہ جملہ میں موجود ہوتا ہے یا شبہ جملہ کی اضافت میں موجود ہوتا ہے۔

جملہ فعلیہ کی مثال: طاب زید نفسا۔

شبہ جملہ کی مثال: زید طیب أبا۔

اضافت کی مثال: یعجبنی طیبہ أبا۔

ترجمہ:

اور دوسری قسم (ابہام کو دور کرتی ہے) اس نسبت سے جو نسبت موجود ہوتی ہے جملہ (فعلیہ) میں یا اس جملہ میں جو اس کے مشابہ ہے جیسے: طاب زید نفسا اور زید طیب أبا اور ابوۃ اور دارا اور علما، یا وہ موجود ہوتی ہے اضافت میں جیسے: یعجبنی طیبہ أبا اور ابوۃ اور دارا اور علما۔

یہاں سے مصنفؒ نے بعض حضرات کے مذہب کی تردید ذکر فرمائی ہے:

بعض حضرات کا مذہب: اسم جامد تو تمیز واقع ہو سکتا ہے اسم مشتق تمیز واقع نہیں ہو سکتا۔

تردید: یہ مذہب درست نہیں اسم جامد کی بجائے اسم مشتق بھی تمییز واقع ہو سکتا ہے جیسے: للہ درّہ فارسا، اس مثال میں فارسا تمییز ہے حالانکہ یہ اسم مشتق ہے۔

فائدہ: درّ کا اصل معنی ہوتا ہے دودھ لیکن اہل عرب کے ہاں یہ خیر کثیر والے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اور اللہ ہی کے لیے ہے اس کی خیر کثیر شاہسوار ہونے کے اعتبار سے۔

ثم إن كان اسما۔۔۔۔

یہاں سے مصنفؒ نے تمییز النسبۃ کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ تمییز النسبۃ ایسا اسم ہو جو صیغہ صفت نہ ہو جیسے: أبا علما۔

۲۔ تمییز النسبۃ ایسا اسم ہو جو صیغہ صفت ہو جیسے: فارسا۔

پہلی صورت کا حکم:

اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

۱۔اس تمییز کا منتصب عنہ پر حمل درست بنتا ہو یعنی منتصب عنہ کو مبتدا بنا کر تمییز کو اس کی خبر بنایا جا سکتا ہو جیسے: طاب زید أبا۔

حکم: اس صورت میں اس کو منتصب عنہ کی تمییز بھی بنایا جا سکتا ہے اور اس کے متعلق کی تمییز بھی بنایا جا سکتا ہے۔ منتصب عنہ کی تمییز بنانے کی صورت میں ترجمہ ہو گا زید اچھا ہے اس وجہ سے کہ وہ خود باپ ہے اور متعلق کی تمییز بنانے کی صورت میں ترجمہ ہو گا زید اچھا ہے اس وجہ سے کہ اس کا باپ موجود ہے۔

۲۔ تمییز کی منتصب عنہ پر حمل درست نہ بنتا ہو یعنی منتصب عنہ کو مبتدا بنا کر تمییز کو اس کی خبر نہ بنایا جا سکتا ہو جیسے: طاب زید دارا۔

حکم: اس صورت میں اس کو صرف منتصب عنہ کے متعلق کی تمییز بنایا جا سکتا ہے۔ مذکورہ مثال میں دارا یہ زید کے متعلق لفظ شئ کی تمییز ہے۔

فائدہ: تمییز کا منتصب عنہ پر حمل درست بنتا ہو یا نہ بنتا ہو دونوں صورتوں میں اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

۱۔وہ تمییز النسبۃ غیر جنس ہو۔

۲۔وہ تمییز النسب جنس ہو۔

اگر تمییز النسبۃ غیر جنس ہو تو اس صورت میں تمییز کو منتصب عنہ کے موافق مفرد، تثنیہ اور جمع ذکر کیا جائے گا جیسے: طاب زید ابا، طاب زیدان ابوین، طاب زیدون اباءا۔

اور اگر تمییز النسبۃ جنس ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ اس سے انواع کا ارادہ اور قصد نہ کیا گیا ہو اس صورت میں تمییز کو مفرد ذکر کیا جائے گا جیسے: طاب زید علما، طاب زیدان علما، طاب زیدون علما۔

۲۔ اس سے انواع کا ارادہ اور قصد کیا گیا ہو۔ اس صورت میں (تمییز کو) منتصب عنہ کے موافق مفرد، تثنیہ اور جمع ذکر کیا جائے گا جیسے: طاب زید علما، طاب زیدان علمین، طاب زیدون علوما۔

دوسری صورت کا حکم:

اگر تمییز النسبۃ ایسا اسم ہو جو صیغہ صفت ہو تو اس صورت میں تمییز کو منتصب عنہ کے موافق مفرد، تثنیہ اور جمع ذکر کیا جائے گا۔ اور اس کو صرف منتصب عنہ کی تمییز بنایا جا سکتا ہے جیسے: طاب زید فارسا، طاب زیدان فارسین، طاب زیدون فارسین۔

فائدہ: اس صورت میں تمییز کو حال بھی بنایا جا سکتا ہے۔

ترجمہ:

پھر اگر ہو وہ (تمییز) ایسا اسم صحیح جس کو قرار دینا اس کے لیے جس کی وجہ سے اس کو نصب دی گئی ہے تو جائز ہو گا کہ وہ تمییز ہو اس کی اور اس کے متعلق کی وگرنہ پس وہ تمییز ہو گی اس کے متعلق کی پس وہ مطابق ہو گی ان دونوں صورتوں میں اس کے جسکا اس نے ارادہ کیا ہے مگر جب وہ جنس ہو مگر یہ کہ ارادہ کیا گیا ہو انواع کا اور اگر ہو وہ تمییز صفت وہ تمییز ہو گی اس (منتصب عنہ) کی اور وہ اس کے موافق ہو گی اور وہ تمییز حال کا احتمال رکھتی ہو گی۔

ولا يتقدم التمييز ۔۔۔۔۔ والمبرد۔

یہاں سے مصنفؒ نے تمییز کی اپنے عامل پر تقدیم کا حکم ذکر فرمایا ہے:

تمییز کے عامل کی دو قسمیں ہیں:

وہ عامل غیر فعل یعنی اسم تام ہو اس صورت میں تمییز کی اپنے عامل پر تقدیم بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ اسم تام یہ عامل ضعیف ہوتا ہے جو اپنے مؤخر معمول میں تو عمل کر سکتا ہے اپنے مقدم معمول میں عمل نہیں کر سکتا۔

وہ عامل فعل ہو اس میں اختلاف ہے: ابو عثمان مازنی اور ابو العباس مبرد کے نزدیک اس صورت میں تمییز کی اپنے عامل پر تقدیم جائز ہے۔ جمہور حضرات کے نزدیک اس صورت میں بھی تمییز کی اپنے عامل پر تقدیم ناجائز ہے۔ کیونکہ تمییز یہ فاعل کے قائم مقام ہوتی ہے۔ جب فاعل کی فعل پر تقدیم ناجائز ہے تو قائم مقام اور نائب کی تقدیم بھی ناجائز ہو گی۔

ترجمہ:

اور مقدم نہیں ہو سکتی تمیز اپنے عامل پر اور راجح یہ ہے کہ وہ مقدم نہیں ہو سکتی فعل پر امام مازنی اور مبرد سے اختلاف کرتے ہوئے۔

مستثنی

المستثنی ۔۔۔۔ غیر مخرج۔

یہاں سے مصنفؒ نے منصوبات میں مستثنی کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

مستثنی کی تقسیم: اس کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ متصل ۲۔ منفصل (اس کو منقطع بھی کہتے ہیں)

متصل کی تعریف:

متصل اس مستثنی کو کہتے ہیں جو حرف استثناء کے بعد مذکور ہو اور استثناء سے پہلے وہ مستثنی منہ میں داخل ہو۔ پھر حرف استثناء کے ذریعہ اس کو مستثنی منہ سے نکالا گیا ہو جیسے: جاءنی القوم الا زیدا۔

منفصل کی تعریف:

منفصل اس مستثنی کو کہتے ہیں جو حرف استثناء کے بعد مذکور ہو اور استثناء سے پہلے وہ مستثنی منہ میں داخل نہ ہو جیسے: جاءنی القوم الا حمارا۔

فائدہ: مستثنی منہ کبھی کلام میں مذکور ہوتا ہے اور کبھی محذوف۔ مذکور کی مثال: جاءنی القوم الا زیدا۔ محذوف کی مثال: ماجاءنی الا زید، اصل عبارت ماجاءنی احد الا زید ہے۔

اصطلاحات: جس اسم کو نکالا جائے اس کو مستثنی اور جس سے نکالا جائے اس کو مستثنی منہ اور نکالنے کو استثناء کہتے ہیں۔

اعتراض: کسی چیز کی تقسیم سے پہلے اس کی تعریف ضروری ہوتی ہے تو مصنفؒ نے تقسیم سے پہلے مستثنی کی تعریف ذکر کیوں نہیں فرمائی؟

جواب: مستثنی کی ایسی جامع مانع تعریف نہیں کی جا سکتی جو اپنی دونوں قسموں پر صادق آتی ہو اس لیے مصنفؒ نے تعریف سے پہلے تقسیم ذکر کر دی۔

ترجمہ:

مستثنی متصل اور منفصل ہوتا ہے پس متصل وہ اسم ہے کہ جس کو نکالا گیا ہو متعدد (مستثنی منہ) سے خواہ وہ متعدد لفظا ہو یا حکما (محذوف) اور اس

جیسے الفاظ سے۔اور منفصل وہ ہے کہ جس کو ذکر کیا گیا ہو اس کے بعد اس حال میں کہ اس کو نکالا نہ گیا ہو۔

حروف استثناء کی تعداد: حروف استثناء کل گیارہ ہیں:

۱۔الا ۲۔خلا ۳۔عدا ۴۔ماخلا ۵۔ماعدا ۶۔لیس ۷۔لایکون ۸۔غیر ۹۔سوی ۱۰۔سواء ۱۱۔حاشا

وهو منصوب۔۔۔۔ لا يكون۔

یہاں سے مصنفؒ نے مستثنی کا اعراب ذکر فرمایا ہے:

اس کے اعراب کی چار صورتیں ہیں:

۱۔وجوب نصب ۲۔جواز وجہین ۳۔اعراب بحسب العامل ۴۔وجوب جر

فائدہ: مستثنی کی دو قسمیں ہیں: ۱۔مفرغ ۲۔غیر مفرغ

مفرغ کی تعریف:

مفرغ اس مستثنی کو کہتے ہیں جس کا مستثنی منہ عبارت میں مذکور نہ ہو جیسے: ماجاءنی الازید۔

غیر مفرغ کی تعریف:

غیر مفرغ اس مستثنی کو کہتے ہیں جس کا مستثنی منہ عبارت میں مذکور ہو جیسے: جاءنی القوم الازید۔

فائدہ: کلام کی دو قسمیں ہیں: ۱۔موجب ۲۔غیر موجب

موجب کی تعریف:

موجب اس کلام کو کہتے ہیں جس میں نفی، نہی اور استفہام میں سے کوئی موجود نہ ہو جیسے: جاءنی القوم الازیدا۔

غیر موجب کی تعریف:

غیر موجب اس کلام کو کہتے ہیں جس میں نفی، نہی اور استفہام میں سے کوئی ہو جیسے: ماجاءنی القوم الازید۔

وجوب نصب کی تفصیل:

پانچ مقام پر مستثنی کو منصوب پڑھنا واجب ہے:

۱۔ مستثنی متصل الا غیر صفتیہ کے بعد کلام موجب میں واقع ہو جیسے: جاءنی القوم الازیدا۔

۲۔کلام موجب یاکلام غیر موجب میں مستثنی کو مستثنی منہ پر مقدم کر دیا جائے جیسے: جاءنی الا زیدا القوم،ماجاءنی الا زیدا احد۔

۳۔وہ مستثنی مستثنی منفصل ہو جمہور حضرات کے نزدیک مستثنی منفصل منصوب ہوتا ہے اور بعض حضرات کے نزدیک ما قبل سے بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوتا ہے۔

۴۔وہ مستثنی خلا یا عدا کے بعد واقع ہو جیسے: جاءنی القوم خلا زیدا، جاءنی القوم عدا زیدا۔جمہور حضرات کے نزدیک خلا اور عدا کے بعد مستثنی منصوب ہوتا ہے مفعول بہ ہونے کی وجہ سے اور بعض حضرات کے نزدیک مجرور ہوتا ہے خلا اور عدا کے حروف جارہ میں سے ہونے کی وجہ سے۔

۵۔وہ مستثنی ماخلا،ماعدا، لیس، لا یکون میں سے کسی کے بعد واقع ہو۔

تفصیل: ماخلا اور ماعدا کے شروع میں ما مصدریہ ہے اور ما مصدریہ یہ فعل پر داخل پر ہوتا ہے لہذا خلا اور عدا کو فعل قرار دے کر بعد والے اسم کو مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا جائے گا۔اور لیس، لا یکون یہ دونوں افعال ناقصہ میں سے ہیں ان میں ضمیر ان کا اسم اور بعد والا اسم ان کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو گا۔

ترجمہ:

اور وہ مستثنی منصوب ہوتا ہے جب وہ مستثنی الا غیر صفتیہ کے بعد مذکور ہو کلام موجب میں یا وہ مقدم ہو مستثنی منہ پر یا وہ منفصل ہو اکثر حضرات کے مذہب میں یا وہ اکثر حضرات کے مذہب میں خلا اور عدا یا ماخلا اور ماعدا اور لیس اور لا یکون کے بعد مذکور ہو۔

ویجوز فیه۔۔۔۔ الا قلیلا۔

یہاں سے مصنفؒ نے جواز وجہین کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

اگر مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور ہو تو اس صورت میں مستثنی پر دو اعراب جائز ہیں:

۱۔نصب مستثنی ہونے کی وجہ سے ۲۔رفع ما قبل سے بدل ہونے کی وجہ سے

بدل بنا کر رفع پڑھنا افضل ہے جیسے: مافعلوہ الاقلیل والا قلیلا۔

ترجمہ:

اور جائز ہے اس میں نصب اور ترجیح دی جائے گی بدل کو الا کے مابعد میں کلام غیر موجب میں اور ذکر کیا گیا ہو مستثنی منہ کو جیسے: مافعلوہ الا قلیل والا قلیلا۔

ویعرب علی۔۔۔ الا زید۔

یہاں سے مصنفؒ نے اعراب بحسب العوامل کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

جب مستثنیٰ الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو۔ اس صورت میں عامل کے مطابق اعراب پڑھا جائے گا یعنی عامل رافع کی صورت میں رفع اور عامل ناصب کی صورت میں نصب اور عامل جار کی صورت میں جر جیسے: ماضربنی الا زید، مارأیت الا زیدا، مامررت الا بزید۔

ترجمہ:

اور اس کو اعراب دیا جائے گا عوامل کے مطابق جب مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور وہ کلام غیر موجب میں ہو تاکہ وہ کلام مفید ہو جیسے: ماضربنی الا زید۔ مگر یہ کہ معنیٰ درست بنتا ہو جیسے: قرأت الا یوم کذا۔

اعتراض: اعراب بحسب العوامل والی صورت میں کلام غیر موجب کی قید ذکر کیوں کی گئی ہے؟

جواب: کلام غیر موجب کی قید اس لیے ذکر کی گئی ہے کہ کلام موجب کی صورت میں کلام مفید معنیٰ نہیں ہوتی۔ جیسے: ضربنی الا زید۔ اس صورت میں اس کا معنیٰ ہوگا "مجھے زید کے علاوہ ہر شخص نے مارا ہے" اور یہ ممکن نہیں۔ البتہ کلام موجب کی صورت میں بھی اگر کلام مفید معنیٰ بنتی ہو تو پھر اس کا اعراب بھی عامل کے مطابق ہو سکتا ہے جیسے: قرأت الا یوم کذا۔

ومن ثم۔۔۔ عالما۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک فائدہ ذکر فرمایا ہے:

فائدہ: مازال زید الا عالما یہ کلام باطل ہے کیونکہ ما بھی حرف نفی ہے اور زال بھی نفی والا معنیٰ دیتا ہے اور نفی پر جب نفی داخل ہو تو وہ کلام اثبات کا معنیٰ دیتی ہے۔ اس کلام کا مطلب یہ ہوگا کہ زید صفت علم کے علاوہ تمام صفات متضادہ اور غیر متضادہ اور صفات ممکنہ اور صفات ممتنعہ کے ساتھ متصف رہا ہے۔

ترجمہ:

اور اسی وجہ سے جائز نہیں ہے مازال زید الا عالما۔

واذا تعذر۔۔۔۔۔۔۔ وامتنع مازید الا قائما۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک ضابطہ ذکر فرمایا ہے:

ضابطہ: دوسری صورت (جواز وجہین) میں اگر مستثنیٰ کو لفظاً مستثنیٰ منہ سے بدل بنانا ممکن نہ ہو تو پھر مستثنیٰ کو محلاً مستثنیٰ منہ سے بدل بنا کر مرفوع پڑھا جائے گا جیسے:

ا۔ ماجاءنی من احد الا زید، اس مثال میں زید کو لفظاً احد سے بدل نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے زید کے شروع میں من کو محذوف ماننا پڑے گا۔ حالانکہ مقام اثبات یعنی الا کے بعد من کا حذف جائز نہیں ہوتا۔ لہذا زید کو محلاً احد سے بدل بنا کر مرفوع پڑھا

جائے گااور احد محلا مرفوع ہے فاعل ہونے کی وجہ سے۔

۲۔لااحد فیھا الا عمرو ما زید شیئا الا شئی لا یعبأ بہ،اس مثال میں عمرو کولفظااحد سے اور شئی کو لفظاشیئا سے بدل بنانا درست نہیں۔کیونکہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے عمرو سے پہلے لا لنفی الجنس کو اور شئی سے پہلے مامشبہ بلیس کو محذوف ماننا پڑے گااور یہ دونوں یہاں محذوف ہو کر عمل نہیں کر سکتے کیونکہ یہ دونوں عمل کرتے ہیں معنی نفی کی وجہ سے اور الا کے ذریعہ ان کا نفی والا معنی باطل ہو جاتا ہے۔اس لیے عمرو کو احد سے محلابدل بنا کر مرفوع پڑھا جائے گااور احد یہ محلا مرفوع ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور شئی کو شیئا سے محلا بدل بنا کر مرفوع پڑھا جائے گااور شیئا محلا مرفوع ہے خبر ہونے کی وجہ سے۔

فائدہ: لیس زید شیئاالا شیئا،اس مثال میں دوسرے شیئا کو پہلے شیئا سے لفظا بدل بنانا درست ہے کیونکہ لیس یہ افعال ناقصہ میں سے ہے اور یہ معنی نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا بلکہ فعل ہونے کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور الا کے ذریعہ نفی والا معنی تو باطل ہوتا ہے لیکن اس کا فعل ہونا باطل نہیں ہوتا۔اس لیے الا کے بعد لیس محذوف ہو کر عمل کر سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ لیس زید الا قائما،والی مثال درست ہے کیونکہ لیس یہ فعل ہونے ک وجہ سے عمل کرتا ہے معنی نفی کی وجہ سے عمل نہیں کرتا اور الا کے ذریعہ نفی والا معنی تو باطل ہوتا فعل ہونا باطل نہیں ہوتا۔اور ما زید الا قائما،والی مثال درست نہیں کیونکہ ما معنی نفی کی وجہ سے عمل کرتا ہے اور الا کے ذریعہ نفی والا معنی باطل ہو جاتا ہے۔

ترجمہ:

اور جب مشکل ہو جائے بدل بنانا لفظوں پر محمول کرتے ہوئے تو پھر محل پر محمول کر لیا جائے گا جیسے: ماجاءنی من احد الا زید اور لا احد۔۔۔۔۔یہ،اس لیے کہ من کا اضافہ نہیں کیا جا سکتا ہے اثبات کے بعد اور ما اور لا ان دونوں کو مقدر نہیں مانا جا سکتا اس حال میں کہ یہ دونوں عمل کرنے والے ہوں اپنے بعد والے اسم میں اس لیے کہ یہ دونوں عمل کرتے ہیں نفی کی وجہ سے اور تحقیق نفی باطل ہو چکی ہے الا کی وجہ سے بخلاف لیس زید شیئاالا شیئا، کے اس لیے کہ لیس عمل کرتا ہے فعلیت کی وجہ سے پس اس عمل کے باطل ہونے میں کوئی کردار نہیں ہوگا معنی نفی کے ختم ہونے کا اس چیز کے باقی رہنے کی وجہ سے جس کی وجہ سے وہ لیس عمل کرتا ہے۔اور اسی وجہ سے جائز ہے لیس زید الا قائما اور ناجائز ہے ما زید الا قائما۔

ومخفوض بعد ۔۔۔۔۔ الا کثر۔

یہاں سے مصنف ؒ نے چوتھی صورت یعنی وجوب جر کی تفصیل بیان فرمائی ہے:

غیر،سوی اور سواء کے بعد مستثنی مجرور ہوتا ہے وجوبا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے جیسے: جاءنی القوم غیر زید وغیرہ۔

اور حاشا کے بعد اکثر حضرات کے نزدیک مستثنی مجرور ہوتا ہے حرف جر کا مجرور ہونے کی وجہ سے کیونکہ حاشا حروف جارہ میں سے ہے اور بعض حضرات کے نزدیک حاشا فعل ہے اور اس کے بعد مستثنی منصوب ہوگا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے۔

ترجمہ:

اور مجرور ہوتا ہے غیر،سوی اور سواء کے بعد اور حاشا کے بعد اکثر حضرات کے مذہب میں۔

واعراب غیر۔۔۔۔۔ علی التفصیل۔

یہاں سے مصنفؒ نے غیر کا اپنا اعراب بیان فرمایا ہے:

غیر کا اپنا اعراب:

غیر کا اپنا اعراب مستثنی بالا والا اعراب ہو گا تین صورتوں میں اس پر نصب پڑھنا واجب ہو گا اور ایک صورت میں نصب اور رفع دونوں جائز ہوں گے اور ایک صورت میں اس کا اعراب بحسب العوامل ہو گا۔

وجوب نصب کی صورتیں:

۱۔ مستثنی متصل غیر کے بعد کلام موجب میں واقع ہو جیسے: جاءنی القوم غیر زید۔

۲۔ کلام موجب یا غیر موجب میں غیر کے مستثنی کو مستثنی منہ پر مقدم کر دیا جائے جیسے: جاءنی غیر زید القوم۔

۳۔ غیر کا مستثنی مستثنی منفصل ہو جیسے: جاءنی القوم غیر حمار۔

جواز وجہین کی صورت:

مستثنی متصل غیر کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور ہو جیسے: ماجاءنی احد غیر زید۔

اعراب بحسب العوامل کی صورت:

مستثنی متصل غیر کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور نہ ہو جیسے: ماضربنی غیر زید، مارأیت غیر زید، ما مررت بغیر زید۔

ترجمہ:

اور غیر کا اعراب اس استثناء کے باب میں مستثنی بالا کے اعراب کی طرح ہے تفصیلا۔

وغیر صفة۔۔۔۔۔ وضعف فی غیرہ۔

یہاں سے مصنفؒ نے الا اور غیر میں فرق ذکر فرمایا ہے:

الا اور غیر میں فرق:

غیر اکثر نکرہ کی صفت بن کر استعمال ہوتا ہے اور کبھی استثناء کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے یعنی صفت کے لیے استعمال اس کا معنی حقیقی ہے اور استثناء کے لیے استعمال اس کا معنی مجازی ہے۔

اور الا یہ اکثر استثناء کے لیے استعمال ہوتا ہے اور کبھی صفت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے یعنی استثناء کے لیے استعمال اس کا معنی حقیقی ہے اور صفت کے لیے استعمال اس کا معنی مجازی ہے۔

الا کے صفت کے لیے استعمال ہونے کی شرائط:

اس کی تین شرطیں ہیں:

ا۔الا جمع کے بعد مذکور ہو۔

۲۔وہ جمع جمع منکر ہو۔

۳۔وہ جمع غیر محصور ہو یعنی اس کے افراد غیر متناھی ہوں جیسے: لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا'' اس آیت میں الا غیر کے معنی میں صفت کے لیے مستعمل ہے کیونکہ اس میں مذکور تینوں شرطیں موجود ہیں۔اور اس الا کو استثناء پر محمول کرنا ممکن نہیں کیونکہ استثناء متصل کی صورت میں مستثنی کا استثناء سے پہلے مستثنی منہ میں داخل ہونا یقینی ہوتا ہے اور استثناء منفصل کی صورت میں مستثنی کا استثناء سے مستثنی منہ سے خارج ہونا یقینی ہوتا ہے اور یہاں اللہ کا استثناء سے پہلے الھۃ میں داخل ہونا بھی یقینی نہیں اور خارج ہونا بھی یقینی نہین۔

ترجمہ:

اور غیر صفت ہے اس کو محمول کر لیا جاتا ہے الا پر استثناء میں جیسا کہ محمول کر لیا جاتا ہے الا کو غیر پر صفت میں جب وہ جمع منکر غیر محصور کے بعد ہو استثناء کے ناممکن ہونے کی وجہ سے جیسے: لو کان۔۔۔۔۔لفسدتا اور کمزور ہے اس کے علاوہ میں۔

واعراب۔۔۔ علی الاصح۔

یہاں سے مصنفؒ نے سوی اور سواء کا اعراب بیان فرمایا ہے:

اس میں دو قول ہیں:

ا۔جمہور حضرات کے نزدیک یہ دونوں مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتے ہیں اور ان کی نصب تقدیری ہوتی ہے لہذا جاءنی القوم سوی زید، یہ جاءنی القوم مکان زید کے معنی میں ہوگا۔

۲۔بعض حضرات کے نزدیک ان کا اعراب عامل کے مطابق تقدیری ہوگا۔

ترجمہ:

اور سوی اور سواء کا اعراب نصب ہے مفعول فیہ ہونے کی بنیاد پر راجح قول کے مطابق۔

خبر کان واخواتھا

خبر کان واخواتھا۔۔۔۔۔ ویتقدم معرفة۔

یہاں مصنفؒ نے منصوبات میں سے خبر کان واخواتھا یعنی افعال ناقصہ کی خبر کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

خبر کان واخواتھا کی تعریف:

اس سے مراد وہ خبر ہے جو افعال ناقصہ کے داخل ہونے کے بعد کلام میں مسند واقع ہوتی ہو جیسے: کان زید قائما، میں قائما۔

خبر کان واخواتھا کا حکم:

اس کا حکم تمام احکام میں مبتدا کی خبر والا ہے صرف ایک چیز میں فرق ہے مبتدا اور خبر جب دونوں معرفہ ہوں تو مبتدا کی خبر پر تقدیم واجب ہے تاکہ التباس لازم نہ آئے۔اور افعال ناقصہ کا اسم اور خبر اگر دونوں معرفہ ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ان کا اعراب لفظی ہو۔

۲۔ان کا اعراب تقدیری ہو۔

پہلی صورت میں خبر کی اسم پر تقدیم جائز ہے جیسے: کان المنطلق زید اور دوسری صورت میں خبر کی اسم پر تقدیم ناجائز ہے جیسے: کان موسی عیسی۔

ترجمہ:

خبر کان واخواتھا یہ مسند ہوتی ہے ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے: کان زید قائما اور اس کا حکم مبتدا کی خبر کے حکم کی طرح ہے اور یہ مقدم ہو سکتی ہے معرفہ ہونے کی صورت میں۔

وقد یحذف۔۔۔۔۔ کنت منطلقا۔

یہاں سے مصنفؒ نے خبر کان واخواتھا کے عامل یعنی خود کان کی حذفیت کا حکم ذکر فرمایا ہے:

اس کے حذف کی دو قسمیں ہیں:

۱۔حذف جوازی　　　　۲۔حذف وجوبی

حذف جوازی کی تفصیل:

الناس مجزیون بأعمالھم، ان خیرا فخیر، ان شرا فشر جیسی مثالوں میں کان کا حذف جائز ہے۔اس سے مراد ہر وہ مثال ہے جس میں ان شرطیہ کے بعد ایک اسم اور اس کے بعد فا اور فا کے بعد ایک اور اسم مذکور ہو۔

فائدہ: اس جیسی ترکیب میں چار صورتیں جائز ہیں:

۱۔ دونوں اسموں پر نصب پڑھنا۔ اس صورت میں عبارت کا حاصل ہو گا ان کان عملھم خیرا فیکون فجزا ئھم خیرا۔

۲۔ دونوں اسموں پر رفع پڑھنا اس صورت میں عبارت کا حاصل ہو گا ان کان فی عملھم خیر فجزا ئھم خیر۔

۳۔ پہلے پر نصب اور دوسرے پر رفع پڑھنا اس صورت میں عبارت کا حاصل ہو گا ان کان عملھم خیرا فجزا ئھم خیر۔

۴۔ پہلے پر رفع اور دوسرے پر نصب پڑھنا اس صورت میں عبارت کا حاصل ہو گا ان کان فی عملھم خیر فجزا ئھم خیرا۔

حذف وجوبی کی تفصیل:

ہر وہ مقام جہاں کان کو حذف کر کے اس کے غیر کو اس کے قائم مقام بنا دیا جائے ایسے مقام پر کان کا حذف واجب ہے تاکہ اصل اور نائب کا اجتماع لازم نہ آئے جیسے: اما انت منطلقا انطلقت، یہ اصل میں لان کنت منطلقا انطلقت تھا۔ شروع سے لام کو حذف کر کے کنت کی ضمیر متصل کو ضمیر منفصل یعنی انت سے تبدیل کر دیا گیا۔ پھر کان کو حذف کر کے لفظ ما کو اس کے قائم مقام بنا دیا گیا اس کے بعد ان کے نون کا ما میں ادغام کر دیا گیا۔

ترجمہ:

اور کبھی حذف کر دیا جاتا ہے اس کے عامل کو الناس مجزیون۔۔۔۔ فشر جیسی مثالوں میں اور جائز ہیں اس جیسی مثالوں میں چار طریقے اور واجب ہے حذف اما۔۔۔ انطلقت جیسی مثالوں میں یعنی لان۔۔۔۔ منطلقا۔

اسم ان واخواتھا

اسم ان واخواتھا۔۔۔۔۔ قائم۔

یہاں سے مصنفؒ نے منصوبات میں سے اسم ان واخواتھا کو بیان فرمایا ہے:

اسم ان واخواتھا کی تعریف:

اس سے مراد وہ اسم ہے جو حروف مشبہ بالفعل کے داخل ہونے کے بعد کلام میں مسند الیہ واقع ہوتا ہو جیسے: ان زیدا قائم۔

ترجمہ:

اسم ان واخواتھا یہ مسند الیہ ہوتا ان کے داخل ہونے کے بعد جیسے: ان زیدا قائم۔

المنصوب بلاالتی لنفی الجنس

المنصوب بلاالتی لنفی الجنس-----

یہاں سے مصنفؒ نے اسم لالنفی الجنس کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

اسم لالنفی الجنس کی تعریف:

اس سے مراد وہ اسم ہے جو لالنفی الجنس کے داخل ہونے کے بعد کلام میں مسند الیہ واقع ہوتا ہو۔

اسم لالنفی الجنس کا اعراب: اس کے اعراب کی چار صورتیں ہیں:

۱۔وجوب نصب ۲۔مبنی علی النصب (مبنی بر فتح) ۳۔وجوب رفع ۴۔جواز وجوہ خمسہ

وجوب نصب کی تفصیل:

اگر لالنفی الجنس کے اسم میں تین شرطیں موجود ہوں تو اس پر نصب پڑھنا واجب ہے:

۱۔نکرہ ہو ۲۔نکرہ متصلہ ہو ۳۔مضاف یا مشابہ بالمضاف ہو

جیسے لاغلام رجل ظریف فیھا، لا عشرین درھما لک۔

مبنی علی النصب کی تفصیل:

لالنفی الجنس کا اسم اگر نکرہ مفردہ متصلہ ہو یعنی معرفہ، مضاف اور مشابہ بالمضاف نہ ہو اور لالنفی الجنس اور اس کے اسم کے درمیان کسی اجنبی کا فاصلہ بھی نہ ہو اس صورت میں لالنفی الجنس کا اسم مبنی علی النصب ہو گا جیسے: لا رجل فی الدار۔

وجوب رفع کی تفصیل:

دو صورتوں میں لالنفی الجنس کے اسم پر رفع پڑھنا واجب ہے:

۱۔اس کا اسم معرفہ ہو۔اس صورت میں اس پر رفع پڑھنا بھی واجب ہے اور حرف عطف کے ذریعہ ایک اور لا اور معرفہ کا تکرار بھی ضروری ہے، جیسے: لا زید عندی ولاعمرو۔

۲۔اس کا اسم نکرہ منفصلہ ہو یعنی لا اور اس کے اسم نکرہ کے درمیان کسی اجنبی کا فاصلہ موجود ہو اس صورت میں اس پر رفع پڑھنا بھی واجب ہے اور حرف عطف کے ذریعہ ایک اور لا اور نکرہ کا تکرار بھی ضروری ہے جیسے: لا فیھا رجل ولا إمرأۃ۔

ترجمہ:

وہ اسم جس کو منصوب پڑھا جاتا ہے اس لا کی وجہ سے جو لا جنس کی نفی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ مسند الیہ ہوتا اس کے داخل ہونے کے بعد متصل ہو اس کے ساتھ نکرہ اس حال میں کہ وہ مضاف ہو یا مشابہ بالمضاف ہو جیسے: لا غلام۔۔۔۔۔در ھما لک پس اگر ہو وہ مفرد پس وہ مبنی ہو گا اس علامت پر جس کے ذریعہ اس کو نصب دی جاتی ہے اور اگر وہ معرفہ ہو یا فاصلہ کیا گیا ہو اس کے اور لا کے درمیان تو واجب ہو گا رفع اور تکرار۔

ومثل قضية۔۔۔۔ متأول۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اشکال مقدر کا جواب دیا ہے:

اشکال: آپ نے کہا ہے کہ اگر لا لنفی الجنس کا اسم معرفہ ہو تو رفع اور تکرار دونوں واجب ہیں حالانکہ قضیۃ ولا أبا حسن لھا میں ابا حسن یہ لا کا اسم ہے اور معرفہ ہے جب کہ اس پر نہ رفع ہے اور نہ تکرار۔

جواب نمبر ا: لا کا اسم ابا حسن نہیں بلکہ اس کا اسم مضاف محذوف ہے اصل عبارت ہے قضیۃ ولا مثل ابی حسن لھا اور مثل یہ معرفہ نہیں بلکہ نکرہ ہے اضافت کے باوجود لفظ مثل میں تعریف پیدا نہیں ہوتی۔

جواب نمبر ۲: یہاں علم بول کر وصف مشہور مراد ہے یعنی قضیۃ ولا فیصل لھا جب علم بول کر وصف مشہور کو مراد لیا جائے تو اس صورت میں اس کی علمیت اور تعریف باطل ہو جاتی ہے۔

ترجمہ:

اور قضیۃ۔۔۔لھا جیسی مثالیں تاویل شدہ ہیں۔

وفي مثل: لاحول۔۔۔۔وفتح الثاني۔

یہاں سے مصنفؒ نے چوتھی صورت یعنی جواز وجوہ خمسہ کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

اگر لا لنفی الجنس کا اسم نکرہ مفردہ متصلہ ہو اس کے بعد حرف عطف کے ذریعہ ایک اور لا اور نکرہ مفردہ متصلہ کا تکرار کیا گیا ہو جیسے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس وقت پانچ صورتیں جائز ہیں:

ا۔دونوں کو مبنی علی الفتح پڑھنا جیسے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس صورت میں دونوں جگہ لا لنفی الجنس کا ہو گا اور بعد والا اس کا اسم نکرہ مفردہ متصلہ ہونے کی وجہ سے مبنی علی الفتح ہو گا۔

۲۔پہلے کو مبنی علی الفتح اور دوسرے کو معرب منصوب پڑھنا جیسے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

۳۔پہلے کو مبنی علی الفتح اور دوسرے کو معرب مرفوع پڑھنا جیسے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مذکورہ دونوں صورتوں میں پہلا لا یہ لانفی الجنس کا ہوگا اور بعد والا اسم نکرہ مفردہ متصلہ ہونے کی وجہ سے مبنی علی الفتح ہوگا اور دوسرا لا دونوں جگہ ملغی عن العمل ہوگا۔ پھر دوسری صورت میں دوسرے اسم کو معرب منصوب پڑھا جائے گا اسم لانفی الجنس کے لفظ پر عطف کرتے ہوئے اور تیسری صورت میں دوسرے اسم کو معرب مرفوع پڑھا جائے گا اسم لانفی الجنس کے محل پر عطف کرتے ہوئے۔

۴۔ دونوں اسموں کو معرب مرفوع پڑھنا جیسے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس صورت میں دونوں جگہ لاملغی عن العمل ہوگا اور بعد والا اسم دونوں جگہ مرفوع ہوگا مبتدا ہونے کی وجہ سے۔

۵۔ پہلے اسم کو معرب مرفوع اور دوسرے اسم کو مبنی علی الفتح پڑھنا جیسے: لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اس صورت میں پہلا لا یہ مشبہ بلیس ہوگا اور بعد والا اسم معرب مرفوع ہوگا اس کا اسم ہونے کی وجہ سے اور دوسرا لا یہ لانفی الجنس ہوگا اور بعد والا اسم مبنی علی الفتح ہوگا نکرہ مفردہ متصلہ ہونے کی وجہ سے۔

فائدہ: احتمال خامس ضعیف ہے۔

ترجمہ:

اور لا حول۔۔۔۔ جیسی مثالوں میں پانچ طریقے ہیں ان دونوں کا فتح اور پہلے کا فتح اور دوسرے کا نصب اور اس کا رفع اور ان دونوں کا رفع اور پہلے کا رفع کمزور احتمال کے مطابق اور دوسرے کا فتح۔

واذا دخلت۔۔۔۔ والتمنی۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے:

اصول: اگر لانفی الجنس پر ہمزہ استفہام کو داخل کر دیا جائے تو اس وقت ہمزہ استفہام کی وجہ سے لا کا عمل تو تبدیل نہیں ہوگا البتہ معنی میں تبدیلی واقع ہو جائے گی معنی کبھی استفہام والا ہوگا اور کبھی عرض اور کبھی تمنی والا ہوگا۔

استفہام کی مثال: الا رجل فی الدار۔

عرض کی مثال: الا نزول لک بنا فنحسن الیک۔

تمنی کی مثال: الا اتیان منک فتبشرنا۔

استفہام کی تعریف:

استفہام وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی چیز کے متعلق کسی سے سوال کیا گیا ہو جیسے: ھل ضرب زید عمروا۔

عرض کی تعریف:

عرض وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی چیز کو حاصل کرنے کی ترغیب نرمی دی گئی ہو جیسے: الا تنزل بنا فتصیب خیرا۔

تمنی کی تعریف:

تمنی وہ جملہ انشائیہ ہے جس میں کسی امر ممکن یاامر ناممکن کے حاصل ہونے کی خواہش ظاہر کی گئی ہو جیسے: لیت زیدا حاضر، لیت الشباب یعود۔

ترجمہ:

اور جب داخل ہو جائے ہمزہ تو عمل تبدیل نہیں ہو گااور اس کا معنی استفہام اور عرض اور تمنی والا ہو گا۔

ونعت المبنی ----- فالاعراب۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایاہے:

اصول: لانفی الجنس کے اسم مبنی کی صفت پر تین اعراب جائز ہیں:

۱۔ مبنی علی الفتح پڑھنا تاکہ موصوف اور صفت میں مطابقت پیدا ہو جائے۔

۲۔ معرب مرفوع پڑھنا اسم مبنی کے محل پر محمول کرتے ہوئے۔

۳۔ معرب منصوب پڑھنا اسم مبنی کے لفظ پر محمول کرتے ہوئے۔

جیسے: لا رجل ظریف، ظریفُ، ظریفافی الدار۔

مذکورہ اعراب کی شرائط:

۱۔ وہ صفت اول ہو۔

۲۔ وہ صفت مفرد ہو یعنی مضاف اور مشابہ بالمضاف نہ ہو۔

۳۔ متصل ہو۔

اگر مذکورہ تین شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہ ہو اس وقت اس صفت پر صرف دو اعراب جائز ہوں گے:

۱۔ معرب مرفوع پڑھنا ۲۔ معرب منصوب پڑھنا

ترجمہ:

اور مبنی کی پہلی صفت اس حال میں کہ وہ مفرد ہو اس کے ساتھ متصل ہو مبنی ہوتی ہے اور معرب ہوتی ہے رفع اور نصب کی صورت میں جیسے: لا رجل۔ ۔۔ و گرنہ پس وہ معرب ہوتی ہے۔

ولعطف علی۔۔۔۔۔ وابنا، وابن۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے:

اصول: لالنفی الجنس کے اسم مبنی پر جب نکرہ مفردہ کا عطف کیا گیا ہو تو معطوف پر دو اعراب جائز ہیں:

ا۔رفع اسم مبنی کے محل پر عطف کرتے ہوئے ۲۔نصب اسم مبنی کے لفظ پر عطف کرتے ہوئے

جیسے: لا أب وابن، ابنا۔

ترجمہ:

اور عطف لفظ اور محل پر جائز ہے لااب۔۔۔۔ جیسی مثالوں میں۔

ومثل لا۔۔۔۔ لسيبويه۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے:

اصول: لالنفی الجنس کے اسم مبنی کے بعد اگر لام اضافت مذکور ہو جیسے: لااب لہ لا غلامین لہ، تو اس اسم کو مضاف کے قائم مقام قرار دے کر منصوب پڑھنا بھی جائز ہے جیسے: لا ابالہ لا غلامی لہ۔ کیونکہ یہ مفید تخصیص ہونے میں مضاف کے ساتھ شریک ہے۔ غلام یہ مولی اور ابن یہ اب کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔

فائدہ: اس اسم کو مضاف کے قائم مقام تو قرار دیا جا سکتا ہے حقیقی مضاف قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ حقیقی مضاف قرار دینے کی صورت میں لفظی اور معنوی خرابی کا ارتکاب لازم آئے گا۔

لفظی خرابی: حقیقی مضاف قرار دینے کی صورت میں یہ نکرہ معرفہ بن جائے گا جس کی وجہ سے اس پر رفع اور تکرار ہو گا جب کہ یہاں نہ رفع ہے اور نہ تکرار۔

معنوی خرابی: حقیقی مضاف قرار دینے کی صورت میں لااب لہ کا معنی ہو گا وہ شخص جس کا باپ معلوم الوجود ہے موجود نہیں اور لا غلامین لہ کا معنی ہو گا وہ شخص جس کے دونوں غلام معلوم الوجود ہیں موجود نہیں۔

ترجمہ:

اور لا ابالہ اور لا غلامی لہ جیسی مثالیں جائز ہیں اس کو مضاف کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اس کے اس مضاف کے ساتھ شریک ہونے کی وجہ سے اس کے اصلی معنی میں اور اسی وجہ سے جائز نہیں ہے لا ابا فیھا اور نہیں ہے یہ مضاف معنی کے فاسد ہونے کی وجہ سے امام سیبویہؒ سے اختلاف کرتے ہوئے۔

فائدہ: امام سیبویہؒ کے نزدیک اس کو حقیقی مضاف قرار دے کر پڑھنا بھی جائز ہے۔

ویحذف کثیرا۔۔۔۔ لا بأس علیک۔

یہاں سے مصنفؒ نے لالنفی الجنس کے اسم کی حذفیت کا حکم ذکر فرمایا ہے:

حکم: اگر اس کی حذفیت پر کوئی قرینہ موجود ہو تو اس کا حذف جائز ہے جیسے: لاعلیک، اصل میں لا بأس علیک ہے۔ بأس اسم کی حذفیت کا قرینہ یہ ہے کہ لا ہمیشہ اسم پر داخل ہوتا ہے لیکن یہاں حرف پر داخل ہے حرف پر داخل ہونا قرینہ اور دلیل ہے اسم کے محذوف ہونے کی۔

ترجمہ:

اور بہت مرتبہ (زیادہ) حذف کر دیا جاتا ہے اس (اسم) کو لاعلیک جیسی مثالوں میں یعنی لا بأس علیک۔

خبر ماولا المشبہتین بلیس

خبر ماولا۔۔۔۔ حجازیۃ۔

یہاں سے مصنفؒ نے منصوبات میں سے خبر ماولا المشبہتین بلیس کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

خبر ماولا المشبہتین بلیس کی تعریف:

خبر ماولا المشبہتین بلیس اس خبر کو کہتے ہیں جو ما اور لا کے داخل ہونے کے بعد کلام میں مسند واقع ہوتی ہو جیسے: ما زید قائما۔

فائدہ: اہل حجاز کے نزدیک ما اور لا عامل بنتے ہیں اور بنو تمیم کے نزدیک یہ دونوں عامل نہیں بنتے۔ اہل حجاز کا مذہب راجح ہے اور اس کی تائید قرآن پاک کی آیت "ماھذا بشرا" سے بھی ہوتی ہے۔

ترجمہ:

ماولا المشبہتین بلیس کی خبر یہ مسند ہوتی ہے ان دونوں کے داخل ہونے کے بعد اور یہ حجازی لغت ہے۔

واذا زیدت۔۔۔۔۔ بطل العمل۔

یہاں سے مصنفؒ نے ان تین صورتوں کر ذکر فرمایا ہے جن میں ما اور لا کا عمل باطل ہو جاتا ہے:

ا۔ ما کے بعد لفظ ان کا اضافہ کر دیا جائے جیسے: ماان زید قائم، کیونکہ ما عامل ضعیف ہے اپنے متصل معمول میں تو عمل کر سکتا ہے منفصل معمول میں عمل نہیں کر سکتا۔

۲۔الا کے ذریعہ ان کے معنی کو باطل کر دیا جائے جیسے : مازید الا قائم۔کیونکہ یہ دونوں لیس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے معنی نفی کی بنیاد پر عمل کرتے ہیں جب الا کے ذریعہ ان کا نفی والا معنی باطل ہو گیا تو ان کا عمل بھی باطل ہو جائے گا۔

۳۔ان کی خبر کو اسم پر مقدم کر دیا جائے جیسے : ما قائم زید۔کیونکہ یہ عامل ضعیف ہیں اور یہ اس وقت عمل کرتے ہیں جب ان کے معمولات بالترتیب واقع ہوں یعنی پہلے اسم پھر خبر۔

ترجمہ:

اور جب اضافت کر دیا جائے ان کا ما کے ساتھ یا ٹوٹ جائے نفی الا کی وجہ سے یا خبر مقدم ہو جائے تو عمل باطل ہو جائے گا۔

واذا عطف ----- فالرفع۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے :

اصول جب خبر ما ولا المشبہتین بلیس پر ایسے حرف کے ذریعہ کسی اسم کا عطف کیا جائے جو صرف نفی کے بعد اثبات کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی بل اور لٰکن کے ذریعہ تو اس صورت میں معطوف پر رفع پڑھنا واجب ہو گا جیسے :ما زید قائما بل قاعد، لا رجل قائما لٰکن قاعد۔

ترجمہ:

اور جب عطف کیا جائے اس خبر پر اثبات کو ثابت کرنے والے حرف کے ذریعے تو رفع واجب ہے۔

المجرورات

هو: مااشتمل ---- المضاف اليه۔

اعتراض: مجرور صرف مضاف الیہ ہوتا ہے تو پھر مصنفؒ نے المجرورات کو جمع ذکر کیوں کیا؟

جواب: المجرورات کو جمع ذکر کیا گیا ہے اس کی اقسام اور انواع کے کثیر ہونے کی وجہ سے۔

مجرور کی تعریف:

مجرور اس اسم کو کہتے ہیں جو علامت مضاف الیہ پر مشتمل ہو۔

مضاف الیہ کی علامات: اس کی علامت ہے جر خواہ وہ جر لفظی ہو یا تقدیری کسرہ کی صور میں ہو یا فتحہ کی صورت میں۔

ترجمہ:

مجرور وہ اسم ہے جو مشتمل ہو مضاف الیہ کی علامت پر۔

والمضاف اليه: كل ------ تنوينه لاجلها۔

یہاں سے مصنفؒ نے مضاف الیہ کی تعریف ذکر فرمائی ہے:

مضاف الیہ کی تعریف:

مضاف الیہ اس اسم کو کہتے ہیں جس کی طرف کسی دوسرے کلمہ کی نسبت کی گئی ہو حرف جر کے واسطہ سے خواہ حرف جر لفظوں میں مذکور ہو جیسے: مررت بزید، اس کو اصطلاح میں جار مجرور کہتے ہیں۔ اور خواہ حرف جر لفظوں میں مذکور نہ ہو جیسے: غلام زید اصل میں غلام لزید ہے اس کو اصطلاح میں مضاف اور مضاف الیہ کہتے ہیں۔

مضاف الیہ کے شروع میں حرف جر کو مقدر ماننے کی شرائط:

اس کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جو تنوین اور قائم مقام تنوین یعنی نون جمع اور نون تثنیہ سے خالی ہو۔

ترجمہ:

اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف نسبت کی گئی ہو کسی چیز کی حرف جر کے واسطہ سے خواہ وہ لفظوں میں مذکور ہو یا حکماً مذکور ہو پس مقدر ماننا اس کی شرط یہ ہے کہ مضاف ایسا اسم ہو جس کی تنوین کو خالی کر دیا گیا ہو اس اضافت کی وجہ سے۔

وهى معنوية ولفظية------ وضرب اليوم۔

یہاں سے مصنفؒ نے اضافت کی تقسیم ذکر فرمائی ہے:

۱۔اضافت معنویہ ۲۔اضافت لفظیہ

اضافت معنویہ کی تعریف:

اضافت معنویہ اس اضافت کو کہتے ہیں جس میں مضاف صیغہ صفت نہ ہو جیسے: غلام زید یا صیغہ صفت تو ہو لیکن اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو جیسے: کریم البلد۔

اضافت معنویہ کی تقسیم: اس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔اضافت لامیہ ۲۔اضافت بیانیہ ۳۔اضافت ظرفیہ

اضافت لامیہ کی تعریف:

لامیہ اس اضافت معنویہ کو کہتے ہیں جس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لام حرف جر مقدر ہو اور مضاف الیہ نہ تو مضاف کی جنس میں سے ہو اور نہ مضاف کے لیے ظرف بن رہا ہو جیسے: غلام زید، اصل میں غلام لزید ہے۔

اضافت بیانیہ کی تعریف:

بیانیہ اس اضافت معنویہ کو کہتے ہیں جس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان من حرف جر مقدر ہو اور مضاف الیہ مضاف کی جنس میں سے ہو جیسے: خاتم فضۃ، اصل میں خاتم من فضۃ ہے۔

اضافت ظرفیہ کی تعریف:

ظرفیہ اس اضافت معنویہ کو کہتے ہیں جس میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان فی حرف جر مقدر ہو اور مضاف الیہ مضاف کے لیے ظرف بن رہا ہو جیسے: صلاۃ اللیل، اصل میں صلاۃ فی اللیل۔

ترجمہ:

اور یہ اضافت معنویہ ہے اور لفظیہ ہے پس معنویہ یہ ہے کہ مضاف اس صیغہ صفت کے علاوہ ہو جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہوتا ہے اور یہ اضافت معنویہ یا تو لام کے معنی میں ہو گی مضاف کی جنس اور اس کے ظرف کے علاوہ کی صورت میں اور یا وہ من کے معنی میں ہو گی مضاف کی جنس کی صورت میں یا وہ فی کے معنی میں ہو گی اس کے ظرف کی صورت میں اور یہ قلیل (لم) ہے جیسے: غلام زید اور خاتم فضۃ اور ضرب الیوم۔

فائدہ: اضافت معنویہ کی پہلی دونوں قسمیں کثیر الاستعمال اور تیسری قسم قلیل الاستعمال ہے۔

وتفید تعریفا۔۔۔۔۔ مع النکرۃ۔

یہاں سے مصنفؒ نے اضافت معنویہ کا فائدہ ذکر فرمایا ہے:

اضافت معنویہ کا فائدہ:

اضافت معنویہ یہ تعریف اور تخصیص کا فائدہ دیتی ہے یعنی اگر مضاف الیہ معرفہ ہو تو یہ تعریف کا فائدہ دیتی ہے یعنی جس کی وجہ سے مضاف میں بھی تعریف پیدا ہو جاتی ہے جیسے: غلام زید اور اگر مضاف الیہ نکرہ ہو تو یہ تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جس کی وجہ سے مضاف میں تخصیص پیدا ہو جاتی ہے جیسے: غلام رجل۔

ترجمہ:

اور یہ فائدہ دیتی ہے تعریف کا معرفہ کے ساتھ اور تخصیص کا نکرہ کے ساتھ۔

وشرطها تجريد۔۔۔۔۔۔۔ التعريف۔

یہاں سے مصنفؒ نے اضافت معنویہ کی شرط ذکر فرمائی ہے:

اس کی شرط یہ ہے کہ مضاف تعریف سے خالی ہو یعنی مضاف معرفہ نہ ہو کیونکہ اگر مضاف معرفہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں اور دونوں باطل ہیں:

۱۔ مضاف الیہ بھی معرفہ ہو اس صورت میں تحصیل حاصل کی خرابی لازم آئے گی اور یہ باطل ہے۔

۲۔ مضاف الیہ نکرہ ہو اس صورت میں اعلی سے ادنی کی طرف انتقال کی خرابی لازم آئے گی اور یہ باطل ہے۔

ترجمہ:

اور اس کی شرط مضاف کو خالی کرنا ہے تعریف سے۔

وما اجازه الكوفيون ۔۔۔۔۔۔۔ ضعيف۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اشکال مقدر کا جواب دیا ہے:

اشکال: آپ نے کہا ہے کہ اضافت معنویہ میں مضاف کا تعریف سے خالی ہونا ضروری ہے حالانکہ کلام عرب میں اضافت معنویہ کی کئی ایسی مثالیں موجود ہیں جن میں مضاف تعریف سے خالی نہیں اور وہ کوفیوں کے نزدیک جائز بھی ہیں۔

۱۔الثلاثة الأثواب ۲۔الدراهم الخمسة

جواب: مذکورہ مثالیں ضعیف اور شاذ ہیں۔ فصیح اہل عرب ان میں مضاف کو لام تعریف کے بغیر ہی استعمال کرتے ہیں لام تعریف کے ساتھ ان کا استعمال قلیل ہے۔

ترجمہ:

اور وہ مثالیں جن کو جائز قرار دیا ہے کوفیوں نے یعنی الثلاثۃ الاثواب اور اس جیسے اسم عدد کمزور ہیں۔

واللفظية ان يكون۔۔۔۔ وحسن الجه۔

یہاں سے مصنفؒ نے اضافت لفظیہ کی تعریف ذکر فرمائی ہے:

اضافت لفظیہ کی تعریف:

اضافت لفظیہ اس اضافت کو کہتے ہیں جس میں مضاف صیغہ صفت ہو کر اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے: ضارب زید، حسن الوجہ۔

فائدہ: صیغہ صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول اور صفت مشبہ ہیں اور معمول سے مراد فاعل یا مفعول ہے۔

ترجمہ:

اور لفظیہ یہ ہے کہ مضاف ایسا صیغہ صفت ہو جو مضاف ہو اپنے معمول کی طرف جیسے ضارب زید اور حسن الوجہ۔

ولا تفيد۔۔۔۔۔ مررت بزيد حسن االوجه۔

یہاں سے مصنفؒ نے اضافت لفظیہ کا فائدہ ذکر فرمایا ہے:

اضافت لفظیہ کا فائدہ: اضافت لفظیہ نہ مفید تعریف ہوتی ہے نہ مفید تخصیص بلکہ لفظا مفید تخفیف ہوتی ہے۔

پھر تخفیف کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ تخفیف مضاف کے آخر میں ہو جیسے: ضارب زید یہاں اضافت کی وجہ سے مضاف کے آخر سے تنوین کو ختم کر دیا گیا۔

۲۔ تخفیف مضاف الیہ کے آخر میں ہو جیسے: القائم الغلام یہاں اضافت کی وجہ سے مضاف الیہ کے آخر سے ضمیر کو ختم کر دیا گیا اصل عبارت ہے القائم غلامہ۔

۳۔ تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں کے آخر میں ہو جیسے: حسن الوجہ یہاں اضافت کی وجہ سے مضاف کے آخر سے تنوین اور مضاف الیہ کے آخر سے ضمیر کو ختم کر دیا گیا اصل عبارت ہے حسن وجھہ۔

تفریع:

مررت برجل حسن الوجہ یہ ترکیب جائز ہے اور مررت بزید حسن الوجہ یہ ترکیب ناجائز ہے کیونکہ پہلی ترکیب میں موصوف اور صفت میں مطابقت موجود ہے نکرہ ہونے میں کیونکہ اضافت لفظیہ مفید تعریف نہیں ہوتی اور دوسری ترکیب میں مطابقت موجود نہیں کیونکہ موصوف معرفہ اور صفت نکرہ ہے۔

ترجمہ:

اور اضافت لفظیہ فائدہ نہیں دیتی مگر لفظوں میں تخفیف کا اور اسی وجہ سے جائز ہے مررت۔۔۔۔اور ناجائز ہے مررت۔۔۔

وجا الضاربا۔۔۔۔ خلافا للفراء۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک فائدہ ذکر فرمایا ہے:

فائدہ: الضاربا زید اور الضاربو زید یہ دونوں ترکیبیں جائز ہیں کیونکہ ان میں اضافت لفظیہ مفید تخفیف ہے اضافت کی وجہ سے پہلی مثال میں مضاف کے آخر سے نون تثنیہ اور دوسری مثال میں مضاف کے آخر سے نون جمع کو حذف کر دیا گیا البتہ الضارب زید یہ ترکیب جمہور حضرات کے نزدیک

ناجائز ہے کیونکہ اس ترکیب میں مضاف کے آخر سے تنوین کو حذف کیا گیا ہے لام تعریف کی وجہ سے نہ کہ اضافت کی وجہ سے اور امام فراء کے نزدیک یہ ترکیب بھی جائز ہے۔

ترجمہ:

اور جائز ہے الضارب۔۔۔۔اور ناجائز ہے الضارب زید امام فراء سے اختلاف کرتے ہوئے۔

وضعف: الواهب۔۔۔۔ علی ضاربک۔

امام فراء کے دلائل:

پہلی دلیل: الضارب زید میں مضاف کے آخر سے تنوین کو اضافت کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے تاکہ لام تعریف کی وجہ لام تعریف کا دخول اضافت کے بعد ہوا ہے۔

جواب: اضافت کے بعد لام تعریف کے داخل ہونے کا دعوی بلا دلیل ہے اور دعوی بلا دلیل معتبر نہیں ہوتا۔

دوسری دلیل: شاعر کا شعر؛

الواهب المائة الهجان وعبدها

عوذا یزجی خلفها اطفا لها

شعر کا ترجمہ: میرا ممدوح نئے نئے بچے جننے والی سو سفید اونٹنیوں کو ان کے ان چرواہوں سمیت عطا کرنے والا ہے جو ان کے بچوں کو ان کے پیچھے ہانکتے ہیں۔

اس شعر میں عبدھا کا عطف ہے المائۃ پر اور ضابطہ ہے کہ جو قید معطوف علیہ میں ہوتی ہے وہ معطوف میں بھی معتبر ہوتی ہے اس کے مطابق عبارت کا حاصل ہوگا: الواھب عبدھا جب الواھب عبد والی ترکیب جائز ہے تو الضارب زید والی ترکیب بھی جائز ہوگی۔

جواب: یہ شعر ضعیف اور شاذ ہے جس کی وجہ سے اس سے استدلال درست نہیں۔

تیسری دلیل: الضارب الرجل والی ترکیب بالاتفاق جائز ہے لہذا الضارب زید والی ترکیب بھی جائز ہوگی۔

جواب: اصولی طور پر الضارب الرجل والی ترکیب بھی ناجائز ہے لیکن اس کو جائز قرار دیا گیا ہے الحسن الوجہ کی وجہ مختار پر محمول کرتے ہوئے۔ کیونکہ دونوں ترکیبوں میں مضاف اور مضاف الیہ دونوں معرف باللام ہیں۔

چوتھی دلیل: الضاربک والی ترکیب بالاتفاق جائز ہے لہذا الضارب زید والی ترکیب بھی جائز ہو گی کیونکہ دونوں میں مضاف کے آخر سے تنوین اضافت کی وجہ سے حذف کی گئی ہے۔

جواب: جس طرح ضاربک میں تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوئی بلکہ ضمیر متصل کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے ایسے ہی الضاربک میں تنوین اضافت کی وجہ سے ساقط نہیں ہوئی بلکہ ضمیر متصل کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے۔

ترجمہ:

اور کمزور ہے الواھب۔۔۔۔۔ عبدھاوالاشعر اور بے شک جائز ہے الضارب الرجل محمول کرتے ہوئے حسن الجہ میں وجہ مختار پر اور الضاربک اور اس جیسی مثالیں اس شخص کے مذہب میں جس نے کہا ہے کہ یہ مضاف ہے محمول کرتے ہوئے ضاربک پر۔

ولا يضاف۔۔۔ إلى موصوفها۔

یہاں سے مصنفؒ نے دو اصول ذکر فرمائے ہیں:

اصول نمبر ۱۔ موصوف کی اپنی صفت کی طرف اضافت جائز نہیں۔

دلیل نمبر ۱۔ موصوف اور صفت میں عینیت ہوتی ہے جبکہ مضاف اور مضاف الیہ میں غیریت ہوتی ہے اگر موصوف کی صفت کی طرف اضافت کو جائز قرار دے دیا جائے تو اس صورت میں عینیت کو غیریت میں تبدیل کرنا لازم آئے گا۔

دلیل نمبر ۲۔ موصوف صفت کے مساوی ہوتا ہے اور مضاف یہ مضاف الیہ کا مباین ہوتا ہے اگر موصوف کی صفت کی طرف اضافت کو جائز قرار دے دیا جائے تو ایک ہی شئ کا ایک ہی وقت میں مساوی اور مباین لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

اصول نمبر ۲۔ صفت کی اپنے موصوف کی طرف اضافت ناجائز ہے۔

دلیل: صفت اپنے موصوف سے مؤخر ہوتی ہے اور مضاف اپنے مضاف الیہ سے مقدم ہوتا ہے اگر صفت کی اپنے موصوف کی طرف اضافت کو جائز قرار دے دیا جائے تو صفت ہونے کی حیثیت سے وہ مؤخر ہو گی اور مضاف ہونے کی حیثیت سے وہ مقدم ہو گی تو ایک لفظ کا ایک ہی وقت میں مقدم اور مؤخر ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے۔

ترجمہ:

اور اضافت نہیں کی جاسکتی موصوف کی (اپنی) صفت کی طرف اور نہ صفت کی اپنے موصوف کی طرف۔

ومثل مسجد۔۔۔۔۔۔ ثیاب متأول۔

یہاں سے مصنفؒ نے دواعتراضات مقدرہ کے جوابات دیے ہیں:

اعتراض اول: آپ نے کہا کہ موصوف کی اپنی صفت کی طرف اضافت ناجائز ہے حالانکہ کلام عرب میں کئی مثالوں میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت موجود ہے جیسے: مسجد الجامع، جانب الغربی، صلوۃ الاولی، بقلۃ الحمقاء۔

جواب: ان مثالوں میں موصوف محذوف ہے اصل عبارت مسجد الوقت الجامع، جانب المکان الغربی، صلوۃ الساعۃ الاولی، بقلۃ الحبۃ الحمقاء۔

اعتراض ثانی: آپ نے کہا ہے کہ صفت کی اپنے موصوف کی طرف اضافت ناجائز ہے حالانکہ کلام عرب میں کئی مثالوں میں صفت کی اپنے موصوف کی طرف اضافت موجود ہے جیسے: جرد قطيفة، اخلاق ثياب۔

جواب: جرد اور اخلاق یہ دونوں اسم جنس ہیں اور دونوں میں ابہام ہیں تو ان کی مابعد کی طرف اضافت کی گئی ہے ان کے ابہام کو دور کرنے کے لیے ان میں صفت کی اپنے موصوف کی طرف اضافت کرنا مقصود نہیں۔

ترجمہ:

اور مسجد۔۔۔۔۔الحمقاء جیسی مثالیں تاویل شدہ ہیں اور جرد۔۔۔۔ثیاب جیسی مثالیں تاویل شدہ ہیں۔

ولا يضاف اسم ۔۔۔۔۔ لعدم الفائدة۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے:

اصول:

ہر ایسے دو اسم جو عموم و خصوص میں مساوی ہوں ان میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت ناجائز ہے جیسے: ليث، اسد۔ حبس، منع۔

اضافت کے ناجائز ہونے کی وجہ: اضافت یا تو مفید تعریف ہوتی ہے یا مفید تخصیص اور مذکورہ صورت میں اضافت سے یہ دونوں فائدے حاصل نہیں ہو سکتے۔

دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ: پہلی مثال کا تعلق اعیان سے ہے اور دوسری مثال کا تعلق افعال اور اعراض سے ہے۔

ترجمہ:

اور اضافت نہیں کی جاسکتی اس اسم کی جو مضاف الیہ کے برابر ہو عموم اور خصوص میں جیسے: لیث اور۔۔۔۔ منع فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے۔

بخلاف كل ــــــــ ونحوه متأول۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک فائدہ اور ایک اشکال مقدر کا جواب دیا ہے:

فائدہ: عام کی خاص کی طرف اضافت جائز ہے کیونکہ یہ اضافت مفید تخصیص ہو سکتی ہے جیسے: کل الدراھم، عین الشئی۔ دل الدراھم میں لفظ کل عام تھا دراھم اور دینار دونوں کو شامل تھا دراھم کی طرف اضافت سے اس میں تخصیص پیدا ہو گئی اور عین الشئی میں لفظ عین عام تھا۔ موجود اور معدوم دونوں کو شامل تھا الشیئ کی طرف اضافت سے اس میں تخصیص پیدا ہو گئی۔

اشکال: آپ نے کہا ہے کہ جب دو لفظ عموم و خصوص میں برابر ہوں تو ان میں سے ایک کی دوسرے کی طرف اضافت ناجائز ہے حالانکہ سعید کرز میں دونوں لفظ عموم و خصوص میں برابر ہیں لیکن پھر بھی ایک کی دوسرے کی طرف اضافت کی گئی ہے۔

جواب: اس مثال میں سعید سے مراد مسمی کی ذات ہے اور کرز سے مراد لفظ کرز ہے یعنی وہ ذات جو کرز کے نام کے ساتھ موسوم ہے۔

ترجمہ:

اور کل الدراھم اور ۔۔۔ کے بر خلاف بے شک اس میں تخصیص پیدا کر دی جاتی ہے اس کی وجہ سے اور ان کا قول سعید کرز اور اس جیسی مثالیں تاویل شدہ ہیں۔

واذا أضيف ــــــ للساكنين۔

یہاں سے مصنفؒ نے یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کے اصول ذکر کیے ہیں:

یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کے اصول:

اصول نمبر ا۔ جب اسم صحیح یا جاری مجری صحیح کی یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو یائے ضمیر متکلم سے پہلے والے حرف پر کسرہ پڑھا جائے گا اور خود یائے ضمیر متکلم پر فتح بھی پڑھ سکتے ہیں اور سکون بھی پڑھ سکتے ہیں جیسے: هذا غلامی، غلامیَ، هذا دلوی، هذا دلویَ۔

اسم صحیح کی تعریف:

اسم صحیح اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے: غلام۔

جاری مجری صحیح کی تعریف: جاری مجری صحیح اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں واؤ یا یاء ما قبل ساکن ہو جیسے: دلو، ظبی۔

اصول نمبر ۲۔ اسم مقصور کی جب یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اس میں دو قول ہیں:

۱۔جمہور حضرات کے نزدیک الف کو برقرار رکھ کر یائے ضمیر متکلم پر فتح پڑھا جائے گا تاکہ اجتماع ساکنین کی خرابی لازم نہ آئے جیسے: ھذا عصایَ، ھذا رحایَ۔

۲۔قبیلہ ھذیل کے نزدیک اگر وہ الف تثنیہ کا نہ ہو تو الف کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کرکے یائے ضمیر متکلم پر فتحہ پڑھا جائے گا جیسے: ھذا عصیَّ، ھذا رحیَّ۔

اسم مقصور کی تعریف:

اسم مقصور اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصور ہو اور الف مقصورہ اس الف کو کہتے ہیں جس کے بعد ہمزہ نہ ہو۔

اصول نمبر ۳: اسم منقوص کی جب یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو یاء کا یاء میں ادغام کرکے یائے ضمیر متکلم پر فتحہ پڑھا جائے گا جیسے: ھذا قاضیَّ۔

اسم منقوص کی تعریف:

اسم منقوص اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو جیسے: قاضی۔

اصول نمبر ۴۔ جمع مذکر سالم کی جب یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اضافت کی وجہ سے نون جمع کو حذف کر دیا جائے گا اس کے بعد اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔اس کے آخر میں یاء ہو یعنی وہ حالت نصب یا حالت جر میں ہو اس صورت میں یاء کا یاء میں ادغام کرکے یائے ضمیر متکلم پر فتحہ پڑھا جائے گا جیسے: رأیت مسلمیَّ۔

۲۔اس کے آخر میں واؤ ہو یعنی وہ حالت رفع میں ہو۔اس صورت میں واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کرکے یاء کی مناسبت سے ما قبل والے حرف پر کسرہ اور خود یائے ضمیر متکلم پر فتحہ پڑھا جائے گا تاکہ اجتماع ساکنین کی خرابی لازم نہ آئے جیسے: ھؤلآء مسلمیَّ۔

جمع مذکر سالم کی تعریف:

جمع مذکر سالم اس جمع کو کہتے ہیں جس کے آخر میں واؤ ما قبل مضموم یا یاء ما قبل مکسور اور نون مفتوح ہو۔

ترجمہ:

اور جب اضافت کی جائے اسم صحیح کی یا ملحق بالصحیح کی یائے متکلم کی طرف تو اس کے آخری حرف کو کسرہ دے دیا جائے گا (اس کے آخری حرف کو) اور یاء مفتوح یا ساکن ہو گی پس اگر ہو اس کا آخری حرف الف تو اس کو برقرار رکھا جائے گا اور ھذیل اس کو (غیر تثنیہ والے الف) تبدیل کر دیتا ہے یاء

سے اور اگر ہو وہ (آخری حرف) یاء تو اس کا ادغام کر دیا جائے گا اور اگر ہو اس کا آخری حرف واؤ تو اس کو تبدیل کر دیا جائے گا یاء سے اور اس کا ادغام کر دیا جائے گا اور فتحہ دے دیا جائے گا یاء کو دو ساکنوں کے جمع ہونے کی وجہ سے۔

واما الاسماء الستة۔۔۔۔ ولا يقطع۔

یہاں سے مصنفؒ نے اسمائے ستہ مکبرہ کی یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کا اصول ذکر فرمایا ہے:

اسمائے ستہ مکبرہ کی یائے ضمیر کی طرف اضافت کا اصول:

أب، أخ کا اصول: لفظ اب اور لفظ اخ کا جب یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کی جائے تو اس میں اختلاف ہے:

جمہور حضرات کے نزدیک اضافت کے وقت محذوف شدہ لفظ واپس نہیں آئے گا اور اضافت کر کے اخی اور ابی پڑھا جائے گا۔

امام مبرد کے نزدیک محذوف شدہ واؤ کو واپس لا کر پھر اس کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر کے اخیَّ اور ابیَّ پڑھا جائے گا۔

حم، ھن کا اصول: ان دونوں لفظوں کی جب یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کی جائے گی تو بالاتفاق محذوف شدہ لفظ کو واپس لائے بغیر حمی اور ھنی پڑھا جائے گا۔

فم کا اصول: فم کی جب یائے ضمیر کی طرف اضافت کی جائے تو اس میں اختلاف ہے:

جمہور حضرات کے نزدیک محذوف شدہ لفظ یعنی واؤ کو واپس لا کر پھر واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر کے ما قبل کو کسرہ اور یائے ضمیر متکلم کو فتحہ دے کر فیَّ پڑھا جائے گا۔

اور بعض حضرات کے نزدیک یائے ضمیر متکلم کی طرف اضافت کر کے فمی پڑھا جائے گا۔

فوائد:

فائدہ نمبر ۱۔ اسمائے ستہ مکبرہ کو جب اضافت ک بغیر استعمال کیا جائے تو ان کی حالت رفع لفظی ضمہ اور حالت نصب لفظی فتحہ اور حالت جر لفظی کسرہ کے ساتھ آتی ہے جیسے: جاء أب، رأيت أبا، مررت بأب۔

فائدہ نمبر ۲۔ لفظ فم کو تین طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے:

۱۔ فا کا فتحہ، یہی راجح ہے　　۲۔ فاء کا ضمہ　　۳۔ فا کا کسرہ

فائدہ نمبر ۳۔ لفظ حم کو پڑھنے کے اور بھی کئی طریقے ہیں:

۱۔ ید کی طرح پڑھنا یعنی اضافت اور عدم اضافت دونوں حالتوں میں محذوف شدہ لفظ کو واپس لائے بغیر پڑھنا۔

۲۔خبا کی طرح پڑھنا یعنی اضافت اور عدم اضافت دونوں حالتوں میں مہموز یعنی آخر میں ہمزہ پڑھنا۔

۳۔دلو کی طرح پڑھنا یعنی اضافت اور عدم اضافت دونوں صورتوں میں واؤ ما قبل ساکن پڑھنا۔

۴۔عصا کی طرح پڑھنا یعنی اضافت اور عدم اضافت دونوں حالتوں میں تقدیری اعراب پڑھنا۔

فائدہ نمبر ۴۔ لفظ ھن کو ید کی طرح پڑھنا بھی جائز ہے یعنی اضافت اور عدم اضافت دونوں حالتوں میں محذوف شدہ لفظ کو واپس لائے بغیر پڑھنا۔

ذو یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔اضافت کے بغیر استعمال نہیں ہوتا اور اس کا مضاف الیہ اسم جنس اور اسم ظاہر ہوتا ہے نا کہ اسم ضمیر۔اگر کسی مقام پر اس کا مضاف الیہ اسم ضمیر ہو تو وہ شاذ ہوگا۔

ترجمہ:

اور لیکن اسمائے ستہ پس اُخی اور اَبی،اور جائز قرار دیا ہے امام مبرد نے اخی اور ابی کو اور پڑھ سکتے ہیں آپ حمی اور ھنی اور پڑھا جائے گا اکثر حضرات کے مذہب میں فیّ اور فمی اور جب ان کی اضافت کو ختم کر دیا جائے تو پڑھا جائے گا اُخ۔۔۔فم۔اور فا کا فتحہ ان دوسے زیادہ بہتر ہے اور استعمال ہوا ہے حم ید اور۔۔۔عصا کی طرح مطلقا اور استعمال ہوا ہے ھن ید کی طرح مطلقا اور ذو اس کی اضافت نہیں کی جا سکتی ضمیر کی طرف اور اس کی اضافت کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

توابع

التوابع: کل۔۔۔۔۔جهة واحدة۔

یہاں سے مصنفؒ نے توابع کی بحث ذکر فرمائی ہے:

توابع یہ تابع کی جمع ہے اور تابع مخصوص اصطلاح کا نام ہے جس کی وجہ سے یہ فاعل اسمی ہے اور فاعل اسمی کی جمع فواعل کے وزن پر آتی ہے اس لیے تابع کی جمع توابع ہوگی۔

تابع کی تعریف:

تابع اس کلمہ کو کہتے ہیں جو پہلے والے کلمہ کے اعتبار سے دوسرے نمبر پر ہو اور جو اعراب جس وجہ سے پہلے کلمہ پر ہو وہی اعراب اسی وجہ سے دوسرے کلمہ پر بھی ہو۔پہلے کلمہ کو متبوع اور دوسرے کو تابع کہتے ہیں۔

تابع کی تقسیم: اس کی پانچ قسمیں ہیں:

۱۔نعت،اس کو صفت بھی کہتے ہیں ۲۔عطف بحرف ۳۔تاکید ۴۔بدل ۵۔عطف بیان

ترجمہ:

اور توابع ہر دوسرا کلمہ ہے اس کے گزشتہ کلمہ کے اعراب کے ساتھ ایک ہی جہت (وجہ) سے۔

نعت

النعت : تابع۔۔۔۔۔۔ متبوعه مطلقا۔

یہاں سے مصنفؒ نے صفت کی تعریف ذکر فرمائی ہے:

صفت کی تعریف:

صفت اس تابع کو کہتے ہیں جو اپنے متبوع یا متبوع کے کسی متعلق میں موجود معنی پر دلالت کرتا ہو اور اس کے متبوع کو موصوف کہتے ہیں جیسے: جاءنی رجل عالم، جاءنی رجل عالم ابوه۔

ترجمہ:

نعت وہ تابع ہے جو دلالت کرتا ہو اپنے متبوع میں موجود معنی پر مطلقا۔

وفائدته تخصيص۔۔۔۔۔۔ نفخة واحدة۔

یہاں سے مصنفؒ نے صفت کے فوائد ذکر فرمائے ہیں:

صفت کو پانچ مقاصد میں سے کسی ایک کے لیے ذکر کیا جاسکتا ہے:

۱۔ تخصیص کے لیے۔ اگر موصوف نکرہ ہو تو صفت مفید تخصیص ہوتی ہے جیسے: جاءنی رجل عالم۔

۲۔ توضیح کے لیے۔ اگر صفت معرفہ ہو تو صفت مفید توضیح ہوتی ہے جیسے: جاءنی زیدن التاجر۔

۳۔ مدح اور تعریف کے لیے جیسے: بسم الله الرحمٰن الرحيم۔

۴۔ مذمت کے لیے جیسے: اعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔

۵۔ تاکید کے لیے جیسے: نفخة واحدة۔

ترجمہ:

اور اس صفت کا فائدہ تخصیص یا توضیح ہے اور کبھی ہوتی ہے صفت محض تعریف یا مذمت یا تاکید کے لیے جیسے: نفخة واحدة۔

ولا فصل بین۔۔۔۔۔۔ بزید ھذا۔

یہاں سے مصنفؒ نے بعض حضرات کے مذہب کی تردید ذکر فرمائی ہے:

بعض حضرات کا مذہب: اسم مشتق تو صفت واقع ہو سکتا ہے اسم جامد صفت واقع نہیں ہو سکتا۔

تردید: یہ مذہب درست نہیں بلکہ اسم مشتق اور اسم جامد دونوں صفت واقع ہو سکتے ہیں۔

فائدہ: صفت مفید عموم بھی ہو سکتی ہے اور مفید خصوص بھی ہو سکتی ہے۔

عموم کی مثال: جاءنی رجل تمیمی، جاءنی ذومال۔

خصوص کی مثال: مررت بزید ھذا۔

ترجمہ:

اور کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ صفت مشتق ہو یا غیر مشتق ہو جب اس کی وضع معنوی مقصد کے لیے ہو عمومی طور پر جیسے: تمیمی اور ذی مال یا خصوصی طور پر جیسے: مررت ۔۔۔۔۔۔بزید ھذا۔

وتوصف النکرۃ۔۔۔۔۔۔ ویلزم الضمیر۔

یہاں سے مصنفؒ نے جملہ خبریہ کے صفت واقع ہونے کا حکم ذکر فرمایا ہے:

جملہ خبریہ کے صفت واقع ہونے کا حکم: جملہ خبریہ صفت واقع ہو سکتا ہے دو شرطوں کے ساتھ۔

۱۔ موصوف نکرہ ہو۔

۲۔ اس جملہ میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر موجود ہو جیسے جاءنی رجل ابوہ عالم۔

ترجمہ:

اور صفت لائی جاسکتی ہے نکرہ کی جملہ خبریہ کی صورت میں اور لازم ہو گی ضمیر۔

وتوصف بحال الموصوف۔۔۔۔ حسن غلامہ۔

یہاں سے مصنفؒ نے صفت کی تقسیم ذکر فرمائی ہے:

صفت کی تقسیم: اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ صفت حقیقی اس کو صفت بحال المتبوع بھی کہتے ہیں۔

محمد سلیم (کمپوزر): 0314-3492446

۲۔صفت سببی اس کو صفت بحال متعلق المتبوع بھی کہتے ہیں۔

صفت حقیقی کی تعریف:

صفت حقیقی اس صفت کو کہتے ہیں جو اپنے متبوع میں موجود معنی پر دلالت کرتی ہو جیسے: جاءنی رجل عالم۔

صفت سببی کی تعریف:

صفت سببی اس صفت کو کہتے ہیں جو اپنے متبوع کے کسی متعلق میں موجود معنی پر دلالت کرتی ہو جیسے: جاءنی رجل عالم ابوه، مررت برجل حسن غلامه۔

ترجمہ:

اور نکرہ کی صفت لائی جاسکتی ہے موصوف کی حالت اور اس کے متعلق کی حالت کے ساتھ جیسے: مررت۔۔۔۔ غلامه۔

فالاول یتبعه۔۔۔۔۔ والتذکیر والتانیث۔

یہاں سے مصنفؒ نے صفت حقیقی کا حکم بیان فرمایا ہے:

صفت حقیقی کا حکم: صفت حقیقی کی اپنے موصوف کے ساتھ دس چیزوں (یعنی رفع، نصب، جر، تعریف، تنکیر، افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تانیث) میں مطابقت ضروری ہے البتہ بیک وقت چار کا وجود ضروری ہے یعنی رفع، نصب، جر میں سے ایک، تعریف و تنکیر میں سے ایک، افراد، تثنیہ، جمع میں سے ایک، تذکیر و تانیث میں سے ایک جیسے: جاءنی رجل عالم، جاءنی رجلان عالمان، جاءنی رجال عالمون، جاءتنی امرأة عالمة، جاءتنی امرأتان عالماتان، جاءتنی نساء عالمات۔

ترجمہ:

پس پہلی قسم اس موصوف کے تابع ہوتی ہے اعراب اور تعریف اور تنکیر اور افراد اور تثنیہ اور جمع اور تذکیر اور تانیث میں۔

والثانی یتبعه۔۔۔۔۔ قعود غلمانه۔

یہاں سے مصنفؒ نے صفت سببی کا حکم ذکر فرمایا ہے:

صفت سببی کا حکم: صفت سببی کا اپنے موصوف کے ساتھ پانچ چیزوں یعنی رفع، نصب، جر اور تعریف و تنکیر میں مطابقت ضروری ہے البتہ بیک وقت دو کا وجود ضروری ہے یعنی رفع، نصب، جر میں سے ایک اور تعریف و تنکیر میں سے ایک جیسے: من هذه القریة الظالم اهلها۔ اور باقی پانچ چیزوں (افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تانیث) میں فعل کو بنیاد بنا کر فیصلہ کیا جائے گا مثلاً؛

۱۔جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہمیشہ مفرد ذکر کیا جاتا ہے ایسے ہی صفت سببی کا فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو صفت کو ہمیشہ مفرد ذکر کیا جائے گا۔

۲۔اگرفاعل مذکر ہو تو فعل کو مذکر ذکر کیا جاتا ہے ایسے ہی صفت سببی کا فاعل اگر مذکر ہو تو صفت کو بھی مذکر ذکر کیا جائے گا۔

۳۔اگرفاعل مؤنث ہو تو فاعل کو مؤنث ذکر کیا جاتا ہے ایسے ہی صفت سببی کا فاعل مؤنث ہے تو صفت کو بھی مؤنث ذکر کیا جائے گا۔

جیسے:مررت برجل قائم غلامه

مررت برجل قائم غلامهما

مررت برجل قائم غلمانهم

مررت بإمرأة قائمة غلامها

مررت بإمرأةقائمة غلامهما

مررت بإمرأةقائمة غلمانهن

تفریعات:

ا۔ قام رجل قاعد غلمانہ یہ مثال جائز ہے کہ کیونکہ اصول کے موافق ہے اس لیے کہ فاعل اسم ظاہر ہونے کی صورت میں صفت سببی کو مفرد ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۔ قام رجل قاعدون غلمانہ یہ مثال نائز ہے کیونکہ اصول کے خلاف ہے اصول کے موافق صفت کو جمع کی بجائے مفرد ذکر کرنا ہے۔

۳۔ قام رجل قعود غلمانہ اصول کے موافق یہ بھی ناجائز بنتی ہے لیکن یہ مثال جائز ہے کیونکہ قعود یہ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر مفرد کے حکم میں ہوتی ہے۔

ترجمہ:

اور دوسری قسم اس موصوف کے تابع ہوتی ہے پہلی پانچ چیزوں میں اور باقی چیزوں میں فعل کی طرح ہوتی ہے اور اسی وجہ سے جائز ہے قام رجل قاعد غلمانہ اور ناجائز ہے قاعدون غلمانہ اور جائز ہے قعود غلمانہ۔

والمضمر لا يوصف۔۔۔۔۔به۔

یہاں سے مصنفؒ نے ضمیر کے موصوف اور صفت واقع ہونے کا حکم ذکر فرمایا ہے:

ضمیر کے موصوف اور صفت واقع ہونے کا حکم: ضمیر موصوف اور صفت واقع نہیں ہو سکتی۔

ضمیر کے موصوف واقع نہ ہو سکنے کی وجہ: موصوف کی صفت لائی جاتی ہے موصوف کی وضاحت کے لیے ضمیر مخاطب اور ضمیر متکلم یہ دونوں اعرف المعارف ہیں۔اعرف المعارف ہونے کی وجہ سے یہ دونوں وضاحت کی محتاج نہیں اس لیے ان کو موصوف بنا کر ان کی صفت ذکر نہیں ی جائے گی اور ضمیر غائب کو ان پر قیاس کر لیا جائے گا۔

ضمیر کے صفت واقع نہ ہو سکنے کی وجہ:

صفت یہ موصوف والے معنی پر دلالت کیا کرتی ہے اور ضمیر یہ موصوف والے معنی پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذات پر دلالت کرتی ہے اس لیے ضمیر کو صفت بنا کر ذکر نہیں کیا جا سکتا۔

ترجمہ:

اور ضمیر نہ اس کو موصوف بنایا جا سکتا ہے اور نہ اس کے ذریعے صفت لائی جا سکتی ہے۔

والموصوف أخص۔۔۔۔ بالمضاف إلى مثله۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول بیان کر کے اس پر تفریع ذکر فرمائی ہے:

اصول: موصوف کا صفت سے اعلی یا کم از کم مساوی ہونا ضروری ہے۔

تفریع:

کلمہ معرف باللام کی صفت معرف باللام یا مضاف الی معرف باللام تو ہو سکتی ہے اس کے علاوہ کسی دوسرے معرفہ کی صورت میں نہیں ہو سکتی کیونکہ معرفہ کی اقسام میں سے معرف باللام سب سے ادنی درجے کی قسم ہے اگر کسی اور معرفہ کی صورت میں صفت کو ذکر کیا جائے گا تو اس صورت میں صفت کا موصوف سے اعلی ہونا لازم آئے گا اور صفت کا موصوف سے اعلی ہونا باطل ہے۔

ترجمہ:

اور موصوف اعلی ہوتا ہے یا برابر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے صفت ذکر نہیں کی جا سکتی لام والے کلمہ کی مگر اس کی مثل یا اس کی مثل کیطرف مضاف کی صورت میں۔

وانما التزام۔۔۔۔۔ بهذا العالم۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اشکال مقدر کا جواب دیا ہے:

اشکال: کلمۃ معرف باللام کی طرح اسم اشارہ کی صفت بھی دونوں قسم کی جائز ہونی چاہیے حالانکہ اسم اشارہ کی صفت معرف باللام تو لائی جا سکتی ہے مضاف الی معرف باللام نہیں لائی جا سکتی۔

جواب: اسم اشارہ کی صفت مضاف الی معرف باللام اس لیے نہیں لائی جا سکتی کہ اسم اشارہ بھی مبہم ہوتا ہے اور مضاف الی معرف باللام بھی مبہم ہوتا ہے اور صفت سے مقصود موصوف کی وضاحت ہوتی ہے اور مبہم مبہم کی وضاحت نہیں کر سکتا۔

فائدہ: اسم اشارہ کی صفت معرف باللام بھی اس صورت میں لائی جاسکتی ہے جب کہ اس میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو جیسے: مررت بهذا العالم اور اگر اس میں ابہام ہو تو پھر اسم اشارہ کی صفت معرف باللام ذکر کرنا بھی درست نہیں ہوگا جیسے: مررت بهذا الأبيض۔

ترجمہ:

اور بے شک التزام کیا گیا ہے باب ھذا کو موصوف کرنے کا لام والے کلمہ کے ساتھ ابہام کی وجہ سے اور اسی وجہ سے ناجائز ہے مررت بھذا الابیض اور جائز ہے بھذا العالم۔

عطف

العطف : تابع---- وعمرو۔

یہاں سے مصنفؒ نے تابع کی دوسری قسم عطف بحرف کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

عطف بحرف کی تعریف:

عطف بحرف اس تابع کو کہتے ہیں جو حروف عطف میں سے کسی کے بعد واقع ہو اور کلام میں اپنے متبوع کے ساتھ نسبت سے مقصود ہو یعنی دونوں پر ایک ہی حکم لگ رہا ہو اور اس کے متبوع کو معطوف علیہ اور خود اس کو معطوف کہتے ہیں جیسے: جاءني زيد عالما۔

حروف عطف کی تعداد: حروف عطف دس ہیں:

۱۔واؤ ۲۔فا ۳۔ثم ۴۔حتی ۵۔او ۶۔اِما ۷۔أم ۸۔لا ۹۔بل ۱۰۔لٰکن

ترجمہ:

اور عطف وہ تابع ہے جو مقصود ہوتا ہے نسبت سے اپنے متبوع کے ساتھ اور اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان میں آتا ہے دس حروف عطف میں کوئی ایک حرف اور وہ عنقریب آجائیں گے جیسے: قام زيد وعمرو۔

واذا عطف ------ اليوم وزيد۔

یہاں سے مصنفؒ نے ضمیر مرفوع متصل پر اسم ظاہر کے عطف کا حکم ذکر فرمایا ہے:

ضمیر مرفوع متصل پر اسم ظاہر کے عطف کا حکم: اس کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان کسی اجنبی کا فاصلہ موجود نہ ہو۔

۲۔ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان کسی اجنبی کا فاصلہ موجود ہو۔

پہلی صورت کا حکم: اس صورت میں عطف کے جواز کی دو شرطیں ہیں:

۱۔ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حروف عطف میں سے کوئی حرف موجود ہو۔

۲۔ ضمیر مرفوع متصل کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لائی گئی ہو جیسے: ضربت أنا وزيد۔

دوسری صورت کا حکم: اس وقت عطف کے جواز کے لیے پہلی شرط تو ضروری ہے دوسری شرط ضروری نہیں جیسے: ضربت اليوم وزيد۔

ترجمہ:

اور جب عطف کیا جائے گا ضمیر مرفوع متصل پر تو اس کی تاکید لائی جائے گی ضمیر منفصل سے جیسے: ضربت أنا زيد، مگر یہ کہ واقع ہو فاصلہ تو پھر جائز ہو گا اس (تاکید) کو چھوڑ دینا جیسے: ضربت اليوم وزيد۔

واذا عطف على الضمير ------- بك وبزيد۔

یہاں سے مصنفؒ نے ضمیر مجرور متصل پر اسم ظاہر کے عطف کا حکم ذکر فرمایا ہے:

ضمیر مجرور متصل پر اسم ظاہر کے عطف کا حکم: اس صورت میں عطف کے جواز کے لیے دو شرطوں کا وجود ضروری ہے:

۱۔ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حروف عطف میں سے کوئی حرف موجود ہو۔

۲۔ معطوف پر بھی حرف جر کا اعادہ کیا گیا ہو جیسے: مررت بك وبزيد۔

ترجمہ:

اور جب عطف کیا جائے ضمیر مجرور پر تو اعادہ کیا جائے گا حرف جر کا جیسے: مررت بك وبزيد۔

والمعطوف فى حكم---- فاء السببية۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے:

اصول معطوف یہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جس چیز کا وجود معطوف علیہ کے لیے ضروری ہو اس کا وجود معطوف کے لیے بھی ضروری ہو گا اور جس چیز کا عدم وجود معطوف علیہ کے لیے ضروری ہے اس کا عدم وجود معطوف معطوف کے لیے بھی ضروری ہو گا۔

تفریع:

مازید بقائم او قائما ولا ذاھب عمرو میں ذاھب پر رفع پڑھنا واجب ہے۔ قائم یا قائما پر عطف کر کے اس پر جر یا نصب پڑھنا جائز نہیں کیونکہ قائم یا قائما میں زید کی طرف لوٹنے والی ضمیر موجود ہے لیکن ذاھب میں ضمیر موجود نہیں کیونکہ اس کا فاعل عمرو اسم ظاہر ہے۔

اشکال: الذی یطیر فیغضب زید ن الذباب اس مثال میں یغضب کا عطف کیا گیا ہے یطیر پر حالانکہ یطیر میں الذی اسم موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر موجود ہے اور یغضب میں ضمیر موجود نہیں کیونکہ اس کا فاعل اسم ظاہر ہے۔

جواب: یغضب کے شروع میں فاعاطفہ نہیں بلکہ فاء سببیہ ہے۔

ترجمہ:

اور معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اور اسی وجہ سے جائز نہیں ہے مازید۔۔۔ عمرو میں مگر رفع اور بے شک جائز ہے الذی۔۔۔ الذباب اس لیے کہ یہ فاء سببیہ ہے۔

واذا عطف علی عاملین۔۔۔۔ لسیبویه۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اختلافی مسئلہ کی وضاحت ذکر فرمائی ہے:

اختلافی مسئلہ کی وضاحت: دو مختلف اسموں کا دو مختلف عاملوں کے دو مختلف معمولوں پر عطف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں نحویوں کے تین مذہب ہیں:

۱۔ جمہور حضرات کے نزدیک یہ عطف جائز ہے بشرطیکہ معطوف علیہ اور معطوف دونوں میں مجرور مقدم اور مرفوع مؤخر ہو جیسے: فی الدار زید والحجرة عمرو۔

۲۔ امام فراءؒ کے نزدیک یہ عطف مطلقاً جائز ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف دونوں میں مجرور مقدم اور مرفوع مؤخر ہو یا نہ ہو۔

۳۔ امام سیبویہ کے نزدیک یہ عطف مطلقاً ناجائز ہے یعنی معطوف علیہ اور معطوف دونوں میں مجرور مقدم اور مرفوع مؤخر ہو یا نہ ہو۔

ترجمہ:

اور جب عطف کیا جائے دو مختلف عاملوں (کے معمولوں) پر تو جائز نہیں ہوگا امام فراءؒ سے اختلاف فرماتے ہوئے مگر فی الدار۔۔۔۔ عمرو جیسی مثالوں میں امام سیبویہ سے اختلاف فرماتے ہوئے۔

التأکید: تابع ۔۔۔۔۔ تقول: أجمع و۔۔۔ جمع۔

یہاں سے مصنفؒ نے تاکید کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

تاکید کی تعریف:

تاکید اس تابع کو کہتے ہیں جو نسبت یا شمول میں اپنے متبوع کی حالت کو پختہ کرتا ہو اور اس کے متبوع کو مؤکد کہتے ہیں۔

نسبت میں حالت کو پختہ کرنے کا مطلب: اس کا مطلب یہ ہے کہ تاکید آکر یہ بتلائے کہ مسند یا مسند الیہ میرا متبوع ہی ہے جیسے: جاءجاء زید، جاء زید زید۔

شمول میں حالت کو پختہ کرنے کا مطلب: اس کا مطلب یہ ہے کہ تاکید آکر یہ بتلائے کہ میرا متبوع اپنے تمام افراد کو شامل ہے جیسے: جاءنی القوم کلھم۔

تاکید کی تقسیم: اس کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ تاکید لفظی　　　　۲۔ تاکید معنوی

تاکید لفظی کی تعریف:

تاکید لفظی اس تاکید کو کہتے ہیں جس میں مؤکد کو ہی دوبارہ ذکر کیا گیا ہو خواہ مؤکد فعل ہو یا اسم یا حرف جیسے: جاء جاء زید، جاء زید زید، انّ انّ زیدا قائم۔

تاکید معنوی کی تعریف:

تاکید معنوی اس تاکید کو کہتے ہیں جو مؤکد کے علاوہ کسی اور لفظ سے لائی گئی ہو جیسے: جاءنی زید نفسه۔

فائدہ: تاکید معنوی عموماً نفس، عین، کلا، کلتا، کل، اُجمع، اکتع، ابتع، ابصع میں سے کسی لفظ سے لائی جاتی ہے۔

تفصیل:

نفس، عین یہ دونوں لفظ واحد، تثنیہ اور واحد کی ضمیر کی طرف مضاف ہوں گے، جمع، مذکر، مؤنث سب کی تاکید کے لیے استعمال ہوتے ہیں صیغہ اور ضمیر کے اختلاف کے ساتھ۔ یعنی اگر ان کا مؤکد واحد ہو تو یہ خود بھی واحد ہوں گے جیسے: جاءنی زید نفسه، عینه، جاءتنی فاطمة نفسها، عینها اور اگر ان کا مؤکد تثنیہ ہو تو یہ خود تو جمع ہوں گے اور تثنیہ کی ضمیر کی طرف مضاف ہوں گے جیسے: جاءنی زیدان انفسهما، جاءتنی امرأتان انفسهما۔ اور اگر ان کا مؤکد جمع ہو تو یہ خود بھی جمع ہوں گے اور جمع کی ضمیر کی طرف مضاف ہوں گے جیسے: جاءنی زیدون انفسهم، جاءتنی نساء انفسهن۔ کلا، کلتا یہ دونوں صرف تثنیہ کی تاکید کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور تثنیہ کی ضمیر کی طرف مضاف ہوتے ہیں کلا یہ تثنیہ مذکر کی اور کلتا یہ تثنیہ مؤنث کی تاکید کے لیے استعمال ہوتے ہیں جیسے: جاءنی رجلان کلاهما، جاءتنی إمرأتان کلتاهما۔

کل،اجمع،اکتع،ابتع،ابصع یہ پانچوں الفاظ تثنیہ کے علاوہ مفرد اور جمع کی تاکید کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ کل میں ضمیر کے اختلاف اور باقی چار میں صیغہ کے اختلاف کے ساتھ۔

تفصیل:

لفظ کل اگر واحد مذکر کی تاکید کے لیے استعمال ہو تو یہ واحد مذکر کی ضمیر کی طرف مضاف ہو گا جیسے: کلہ اور اگر واحد مؤنث کی تاکید کے لیے استعمال ہو تو یہ واحد مؤنث کی ضمیر کی طرف مضاف ہو گا جیسے: کلھا اور اگر جمع مذکر کی تاکید کے لیے استعمال ہو تو یہ جمع مذکر کی ضمیر کی طرف مضاف ہو گا جیسے: کلھم اور اگر جمع مؤنث کی تاکید کے لیے استعمال ہو تو یہ جمع مؤنث کی ضمیر کی طرف مضاف ہو گا جیسے: کلھن۔

اور باقی چار الفاظ اگر واحد مذکر کی تاکید کے لیے استعمال ہوں تو یہ افعل کے وزن پر استعمال ہوتے ہیں اور اگر واحد مؤنث کی تاکید کے لیے استعمال ہوں تو یہ فعلاء کے وزن پر استعمال ہوتے ہیں اور اگر جمع مذکر کی تاکید کے لیے استعمال ہوں تو یہ افعلون کے وزن پر استعمال ہوتے ہیں اور اگر جمع مؤنث کی تاکید کے لیے استعمال ہوں تو یہ فُعَلُ کے وزن پر استعمال ہوتے ہیں۔

ترجمہ:

تاکید وہ تابع ہے جو پختہ کرتا ہو متبوع کی حالت کو نسبت یا شمول میں اور یہ لفظی اور معنوی ہوتی ہے پس لفظی وہ پہلے لفظ کی دوبارہ ذکر کرنا ہے جیسے: جاءنی زید زید اور یہ تاکید لفظی جاری ہوتی ہے تمام الفاظ میں اور تاکید معنوی متعین الفاظ سے ہوتی ہے اور وہ نفسہ اور عینہ۔۔۔۔ابصع ہیں پس پہلے دو لفظ یہ سب کو شامل ہوتے ہیں اپنے صیغے اور اپنی ضمیر کے اختلاف کے ساتھ۔ آپ کہیں گے نفسہ۔۔۔۔انفسھن اور دوسرا تثنیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے آپ کہیں گے کلاھما اور کلتاھما اور باقی تثنیہ کے علاوہ کے لیے استعمال ہوتے ہیں ضمیر کے اختلاف کے ساتھ کلھا۔۔۔ کلھن میں اور صیغہ کے اختلاف کے ساتھ باقیوں میں آپ کہیں گے اجمع اور۔۔۔۔ جمعُ۔

ولا يؤكد۔۔۔۔ بخلاف جاء زيد كله۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک فائدہ ذکر فرمایا ہے:

فائدہ: لفظ کل اور اجمع سے تاکید صرف اس چیز کی لائی جاسکتی ہے جس کے اجزاء اس سے حسّاً یا حکماً جدا ہو سکتے ہوں۔

حسّاً جدا ہونے کی مثال: اکرمت القوم کلهم۔

حکماً جدا ہونے کی مثال: اشتريت العبد كله۔

اور جس چیز کے اجزاء اس سے حسّاً یا حکماً جدا نہ ہو سکتے ہوں لفظ کل کے ساتھ اس کی تاکید لانا درست نہیں ہو گا جیسے: جاءنی زيد كله۔

ترجمہ:

اور نہیں تاکید لائی جاسکتی کل اور اجمع سے مگر اس اجزاء والی چیز کی جس کا جدا ہونا صحیح ہوتا ہو حسی یا حکمی طور پر جیسے: اکرمت۔۔۔۔ کله بخلاف

جاء زيد كله ـ

واذا اكد الضمير ۔۔۔۔۔۔ دونه ضعيف۔

یہاں سے مصنفؒ نے دو اصول ذکر فرمائے ہیں:

اصول نمبر ا۔

لفظ نفس اور عین سے جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید لائی جائے تو اس ضمیر مرفوع کی ضمیر مرفوع منفصل سے تاکید لانا ضروری ہو گا جیسے: ضربت انت نفسک تاکہ بعض صورتوں میں فاعل کے ساتھ التباس لازم نہ آئے جیسے: زید یکر منی ھو نفسہ۔

اصول نمبر ۲۔

تاکید کے باب میں اکتع، ابتع، ابصع کا معنی اجمع والا ہو گا اور یہ تینوں اجمع کے تابع شمار ہوتے ہیں۔ اجمع سے مقدم ہو کر بھی استعمال نہیں ہوتے اور راجح قول کے مطابق اجمع سے جدا ہو کر بھی استعمال نہیں ہوتے۔

ترجمہ:

اور جب تاکید لائی جائے ضمیر مرفوع متصل کی نفس اور عین کے ساتھ تو اس کی تاکید لائی جائے گی ضمیر مرفوع منفصل کے ساتھ جیسے: ضربت انت نفسک اور اکتع اور اس جیسے حروف یہ اجمع کے تابع ہیں پس وہ مقدم نہیں ہوں گے اس پر اور ان کا ذکر اس کے بغیر ضعیف ہے۔

بدل

البدل: تابع ۔۔۔۔ أن غلطت بغيره۔

یہاں سے مصنفؒ نے بدل کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

بدل کی تعریف:

بدل اس تابع کو کہتے ہیں جو کلام میں نسبت سے اصل مقصود ہو اور اس کے متبوع کو تمہید کے طور پر ذکر کیا گیا ہو۔ اس کے متبوع کو مبدل منہ کہتے ہیں۔

بدل کی تقسیم: اس کی چار قسمیں ہیں:

ا۔ بدل الکل ۲۔ بدل البعض ۳۔ بدل الاشتمال ۴۔ بدل الغلط

بدل الکل کی تعریف:

بدل الکل اس بدل کو کہتے ہیں جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا عین ہو یعنی دونوں کا مصداق ایک ہو جیسے: جاءنی زید اخوک۔

بدل البعض کی تعریف:

بدل البعض اس بدل کو کہتے ہیں جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا جز ہو جیسے: ضربت زیدا رأسه۔

بدل الاشتمال کی تعریف:

بدل الاشتمال اس بدل کو کہتے ہیں جس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا نہ عین ہو اور نہ جز ہو بلکہ کسی اور قسم کا تعلق ہو جیسے: سلب زید ثوبه۔

بدل الغلط کی تعریف:

بدل الغلط اس بدل کو کہتے ہیں جس کو متکلم کی طرف سے غلط تکلم کے بعد ذکر کیا گیا ہے جیسے: مررت برجل حمار۔

ترجمہ:

بدل وہ تابع ہے جو مقصود ہو اس نسبت سے جو متبوع کی طرف کی گئی ہو نا کہ اس کا متبوع اور یہ بدل الکل اور بعض اور اشتمال اور غلط ہوتا ہے۔ پس پہلی قسم اس کا مدلول پہلے کا مدلول ہوتا ہے اور دوسری قسم اس کا جز ہوتا ہے اور تیسری قسم اس کے اور پہلے کے درمیان تعلق ہوتا ہے ان دو قسم کے علاوہ کا اور چوتھی قسم یہ ہے کہ آپ ارادہ کریں اُس کا اِس کے بعد کہ آپ غلطی کر بیٹھے ہیں اس کے علاوہ کی صورت میں۔

ویکونان معرفتین۔۔۔۔ ناصیة کاذبة۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک اصول ذکر فرمایا ہے:

اصول: بدل اور مبدل منہ میں کل چار احتمال ہیں:

۱۔ دونوں معرفہ ہوں جیسے: جاءنی زید اخوک۔

۲۔ دونوں نکرہ ہوں جیسے: مررت برجل حمار۔

۳۔ مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو جیسے: جاءنی أخ لک زید۔

۴۔ مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو جیسے: بالناصیة ، ناصیة کاذبة۔

پہلی تین صورتوں میں بدل کی صفت ذکر کرنا ضروری نہیں اور چوتھی صورت میں بدل کی صفت ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ صفت کے ذکر کرنے کی وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جائے اور مقصودی چیز کا غیر مقصودی چیز سے کم مرتبہ ہونا لازم نہ آئے۔

ترجمہ:

اور ہوتے ہیں یہ دونوں معرفہ اور دونوں نکرہ اور دونوں مختلف اور جب وہ بدل نکرہ ہو معرفہ سے توصفت واجب ہے جیسے: بالناصية ، ناصية كاذبة۔

ويكونان ظاهرين۔۔۔۔۔۔ ضربته زيدا۔

یہاں سے مصنفؒ نے ایک فائدہ ذکر فرمایا ہے:

فائدہ: بدل اور مبدل منہ میں کل چار احتمال ہیں:

۱۔دونوں اسم ظاہر ہوں جیسے: جاءنی زید أخوک۔

۲۔دونوں اسم ضمیر ہوں جیسے: زید ضربته اياه۔

۳۔مبدل منہ اسم ظاہر اور بدل اسم ضمیر ہو جیسے: ضربت زيدا اياه۔

۴۔مبدل منہ اسم ضمیر اور بدل اسم ظاہر ہو جیسے: زید ضربته أخاک۔

فائدہ:

ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب سے اسم ظاہر کو بدل الکل بنانادرست نہیں کیونکہ ضمیر کی یہ دونوں قسمیں اعرف المعارف ہیں۔بدل اور مبدل منہ میں سے بدل مقصود اور مبدل منہ غیر مقصود ہوتا ہے۔اور ضمیر کی ان دونوں قسموں سے اسم ظاہر کو بدل بنانے کی صورت میں اعلی کا ادنی اور ادنی کا اعلی ہونالازم آئے گاالبتہ ضمیر غائب سے اسم ظاہر کو بدل الکل بنانادرست ہے جیسے: ضربتہ زیدا۔

ترجمہ:

اور ہو سکتے ہیں یہ دونوں اسم ظاہر اور دونوں اسم ضمیر اور دونوں مختلف اور بدل نہیں بنایا جاسکتا اسم ظاہر کو اسم ضمیر سے بدل الکل مگر ضمیر غائب سے جیسے: ضربته زيدا۔

عطف البیان

عطف البيان: تابع۔۔۔۔۔ ابو حفص عمر۔

یہاں سے مصنفؒ نے عطف بیان کی تفصیل ذکر فرمائی ہے:

عطف بیان کی تعریف:

عطف بیان اس تابع کو کہتے ہیں جو صیغہ صفت نہ ہو اور اپنے متبوع کو واضح اور روشن کر دیتا ہو اس کے متبوع کو مبیّن کہتے ہیں جیسے: اُقسم ابو حفص عمر۔

اُقسم ابو حفص عمر کا پس منظر:

ایک دیہاتی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضر ہو کر کہا کہ میرا گھر بیت دور ہے اور میری اونٹنی کمزور ہو چکی ہے اس کی پشت زخمی اور پاؤں میں سوراخ ہو چکے ہیں لہذا آپ مجھے کوئی اونٹنی عنایت فرما دیں تو حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ یہ دیہاتی جھوٹ بول رہا ہے اور اونٹنی دینے سے انکار کر دیا جب وہ دیہاتی جانے لگا تو اس نے یہ شعر پڑھا:

شعر: أقسم ابو حفص عمر مامسّتها من نقب ولا دبر

اغفر له اللهم ان کان فجر

شعر کا ترجمہ: ابو حفص یعنی عمر نے قسم اٹھائی ہے کہ اونٹنی کو نہیں چھوا سوراخ نے اور نہ کسی زخم نے۔ اے اللہ! ان کو معاف کر دے اگر انہوں نے جھوٹ بولا ہو۔

حضرت عمر نے جب دیہاتی سے یہ جملہ سنا تو آپ نے کہا:

اللھم صدق صدِق (اے اللہ اس کی بات کو سچا کر دے اور سچا کر دے) اس کے بعد آپ نے اس دیہاتی کو ایک اونٹ اور زاد سفر وغیرہ دے کر روانہ کیا۔

ترجمہ:

عطف بیان وہ تابع ہے جو صیغہ صفت نہ ہو واضح کر دیتا ہو اپنے متبوع کو جیسے اُقسم باللہ ابو حفص عمر۔

وفصله من البدل----- بشر۔

یہاں سے مصنفؒ نے عطف بیان اور بدل میں فرق ذکر فرمایا ہے:

ان دونوں میں معنوی فرق بھی موجود ہے اور لفظی فرق بھی۔

معنوی فرق:

بدل یہ کلام میں نسبت سے اصل مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان کلام میں نسبت سے اصل مقصود نہیں ہوتا۔

لفظی فرق:

ان دونوں میں لفظی فرق أنا ابن التارک البکری بشر جیسی مثالوں سے واضح ہوتا ہے۔اس سے مراد ہر وہ مثال ہے جس میں مبین معرف باللام ہو اور وہ صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو۔اس مثال میں بشر کو عطف بیان بنانا تو جائز ہے لیکن بدل بنانا جائز نہیں۔بدل بنانا اس لیے جائز نہیں کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو عامل مبدل منہ کا ہوتا ہے وہی عامل بدل کے شروع میں بھی شمار ہوتا ہے تو بدل بنانے کی صورت میں عبارت کا حاصل ہو گا التارک بشر تو یہ ترکیب الضارب زید والی ترکیب کی طرح ہو جائے گی اور الضارب زید والی ترکیب ناجائز ہے لہذا یہ ترکیب بھی ناجائز ہو گی۔

اور عطف بیان بنانا اس لیے جائز ہے کہ یہ تکرار عامل کے حکم میں نہیں ہوتا اور عطف بیان بنانے کی صورت میں عبارت کا حاصل ہو گا التارک البکری تو یہ ترکیب الضارب الرجل والی ترکیب کی طرح ہو جائے گی اور الضارب الرجل والی ترکیب جائز ہے لہذا یہ ترکیب بھی جائز ہو گی۔

فائدہ:

یہ شعر مرار اسدی شاعر کا ہے:

مکمل شعر: انا ابن التارک البکری بشر

علیه الطیر ترقبه وقوعا

شعر کا ترجمہ:

میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری یعنی بشر کا قاتل ہے

جس کے پاس پرندے بیٹھ کر اس کی موت کا انتظار کر رہے تھے

ترجمہ:

اور اس عطف بیان کا فرق بدل سے لفظی طور پر انا ابن۔۔۔۔۔۔بشر جیسی مثالوں میں واضح ہوتا ہے۔